Digitized by Khilafat Library

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ✤ لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہمنے

# ریویو آف ریلیجنز

## یعنے

## دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۹ مئی سنہ ۱۹۲۰ء نمبر ۵

مطابق رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ

## فہرست مضامین

ہمارا آقا صلے اللہ علیہ وسلم ۱۵۳-۱۷۸

اسلام بمقابلہ تہذیب کے ۱۷۸-۱۹۰

گوشوارہ ۱۹۱-۱۹۲

## حضرت خلیفۃ المسیح اوّل شاہی حکیم مولنا مولوی نور الدین صاحبؓ کی مجرّبات و دوا

**سرمہ لاثانی** - کمزوری آنکھ - دھند - جالا - سرخی چشم - ضعف بصارت - آنسوؤں جاری رہنا

ان امراض کا لاثانی سرمہ - **قیمت ۶ ماشہ ۸ عہ**

**سرمہ برقی** - کمزوری آنکھ - خارش - آنکھوں سے پانی کا آنا - دھند - **قیمت ۶ ماشہ عہ**

**مومیائی** - بدن کی طاقت کے لئے اکسیر - تمام قوتوں کا مجموعہ کیسی ہی کمزوری ہو - اسکے استعمال سے رفع ہو جاتی ہے **قیمت فی تولہ عہ**

**معجون مسکی** { بدن کی زردی - کمی خون - دل کا دھڑکنا - معدہ کی کمزوری - سانس کا پھولنا - ان بیماریوں کے لئے اکسیر ہے - **قیمت ۴ تولہ صہ**

**حب جاناں** - تمام بدن کی کھوئی ہوئی طاقت کا واپس لانا انکا فرض عین ہے - کمی خون کو چند یوم میں پورا کر دینا انکا منصب ہے - تمام پٹھوں کی کمزوری کے لئے ان کے اندر برقی تماشا ہے - دماغ کی قوتیں بے شل ہیں - نسیان کو دور کرنا انکے ہاتھ کا کھیل ہے - منگواؤ اور فائدہ اٹھاؤ - **۴۰ گولیاں ۲ عہ**

## اٹھرا

کیا آپ پیارے بچے چاہتے ہیں - ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے سچی ہمدردی اور فائدہ خلق اللہ کے لئے اس نہایت عاقل اور بیدار مغز اور خیر خواہ ہر انسان حکیم الامت مولنا مولوی نور الدین صاحبؓ شاہی حکیم کا مجرّب المجرّب نسخہ پورے طور پر طیار کیا ہے جس سے کئی گھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بھر گئے ہیں جو پیارے بچوں سے خالی تھے - وہ گھر ہیں جو اسقاط حمل کی وجہ سے یعنی اٹھرا کی بیماری کا نشان بن چکے تھے یا جن کی اولاد پیدا ہوتے ہی داغ مفارقت دیکر راہ دار البقا کی لیتے تھے یا جن کے حمل قبل از وقت ضائع ہو جایا کرتے تھے یا مردہ پیدا ہوتے تھے - والدین کے کلیجے صدمے سہتے سہتے مایوس اور ناامید ہو چکے تھے - محض خدا تعالیٰ کے فضل سے ان تریاقی گولیوں کے استعمال سے کئی گھر آباد ہوئے اور ہو رہے ہیں - آپ بھی خدا پر بھروسہ رکھیں - اور اکسیر جنین کا استعمال کرائیں اور پیارے بچوں کی میٹھی میٹھی باتیں سنکر خدا کا شکر کریں - ان کے فوائد کے لحاظ سے قیمت بہت کم ہے تاکہ ہر ایک فائدہ اٹھائے - **قیمت فی تولہ للعہ**

ملنے کا پتہ - **فضل اعجاز عبد الرحمن کاغانی - قادیان ضلع گورداسپور**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

# ہمارا آقا صلے اللہ علیہ وسلم

(گذشتہ سے پیوستہ)

(نوشتہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم - اے)

## جنگ احد شوال ۳ ہجری

جنگ بدر کے نتیجے میں جو ماتم عظیم مکہ میں برپا ہوا تھا اس کا ذکر جنگ بدر کے حالات میں گذر چکا ہے۔ سرداران قریش نے قسمیں کھائی تھیں کہ جب تک مقتولین بدر کا انتقام نہ لینگے نہ خود چین لینگے نہ مسلمانوں کو چین لینے دینگے۔ چنانچہ جنگ بدر کے بعد انہوں نے قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف خاص طور پر اکسانا شروع کیا اور خود بھی برابر اس تاک میں رہے کہ موقعہ بنے تو مدینہ پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو کچل ڈالیں۔ بنو سلیم اور غطفان کا مدینہ پر چھاپہ مارنے کی غرض سے بار بار جمع ہونا جس کا بیان اوپر گذر چکا ہے قریش کی انہی شرارتوں کا نتیجہ تھا۔ غزوہ سویق بھی اسی زنجیر کی ایک کڑی تھی اور چونکہ اس یورش میں قریش عملاً بالکل ناکام رہے تھے حتّٰی کہ ان کو اپنے ستوؤں کے تھیلے چھوڑ چھوڑ کر بھاگنا پڑا تھا اس لئے ان کا جوشِ انتقام اور بھی بھڑک اٹھا تھا اور گو اس وقت انہوں نے قبائل

عرب کے سامنے اپنی عزت رکھنے کے واسطے یہ کہدیا تھا کہ ہماری قسم پوری ہو گئی ہے لیکن ان کے دل اس بات کو محسوس کرتے تھے کہ بدر کی شکست کا دھبہ دھونا تو درکنار غزوہ سویق نے ان کے ماتھے پر ذلت کا ایک اور دھبہ لگا دیا تھا لہذا اس کے بعد انہوں نے آگے سے بھی زیادہ جوش و خروش کے ساتھ جنگ کی تیاری شروع کی چنانچہ غزوہ احد جس کا ہم اب ذکر کرنے لگے ہیں اسی تیاری کا نتیجہ تھا ؛

جس تجارتی قافلہ کا جنگ بدر کے حالات میں ذکر گذر چکا ہے اس کے منافع کا روپیہ رؤسائے مکہ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق ابھی تک دار الندوہ میں انتقام کی تیاری کے واسطے محفوظ پڑا تھا۔ وہ اب نکالا گیا اور بڑے زور و شور سے جنگ کی تیاری شروع ہوئی۔ مسلمانوں کو شائد اس تیاری کا علم بھی نہ ہوتا اور لشکر کفار مدینہ کے دروازوں پر پہنچ جاتا مگر خیر گذری کہ مکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباسؓ نے جو درپردہ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے مگر بظاہر کفار کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے بڑے انعام کا وعدہ دیکر ایک تیز رو سوار کو مدینہ کیطرف آنحضرت صلعم کے نام خط دیکر روانہ کیا اور اسے تاکید کی کہ تین دن کے اندر اندر آپکو یہ خط پہنچا دو۔ اس خط میں انہوں نے آپکو قریش کے ارادوں سے اطلاع دی اور بتایا کہ ایک بڑا جرار لشکر مکہ سے مدینہ کیطرف روانہ ہو رہا ہے جب یہ قاصد پہنچا تو آپ مدینہ میں تشریف نہ رکھتے تھے بلکہ قبا تشریف لیگئے ہوئے تھے چنانچہ قاصد نے وہاں پہنچکر آپؐ کے سامنے خط پیش کیا۔ آپؐ نے ابی بن کعبؓ کو دیا کہ پڑھ کر سناؤ۔ ابی نے سنایا تو اس میں یہ وحشت ناک خبر درج تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابیؓ کو تاکید کی کہ کسی کو اسکے مضمون سے اطلاع نہ دیں اور پھر واپس مدینہ تشریف لے آئے اور لشکر قریش کی حرکات کے علم کے واسطے دو مخبر روانہ کیئے ؛

آخر رمضان ۳ سنہ ہجری مطابق جنوری ۶۲۵ سنہ ع کو قریش کا لشکر مکہ سے نکلا۔ ابوسفیان بن حرب سردار لشکر تھا اور تین ہزار کی جمعیت اس کے ساتھ تھی جس میں

سات سو زرہ پوش دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے۔ طائف سے بنو ثقیف کے ایک سو بہادر بھی اس لشکر میں شامل تھے۔ عورتیں بھی ساتھ تھیں جن میں ہندہ زوجہ ابو سفیان۔ عکرمہ خالد صفوان اور عمرو بن العاص کی بیویاں اور حضرت مصعب بن عمیر کی ماں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ عورتیں گانے بجانے کا سامان بھی اپنے ساتھ لائی تھیں تاکہ اشتعال انگیز اشعار گا کر اور دفیں بجا کر اپنے مردوں کو جوش دلائیں؛

قریش کا لشکر دس گیارہ دن کے سفر کے بعد مدینہ کے پاس پہنچا اور چکر کاٹ کر مدینہ کے شمال کی طرف احد پہاڑی کے پاس ٹھیر گیا۔ پاس ہی عریض کا میدان تھا جہاں مدینہ کے لوگ کھیتی باڑی کرتے تھے اور ان کے مویشی چرا کرتے تھے۔ یہاں پہنچتے ہی قریش نے اسے تباہ کر دیا اس موقعہ پر وہ مخبر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے روانہ کیئے ہوئے تھے خبر لائے کہ قریش کا لشکر بہت قریب پہنچ گیا ہے۔ اس پر آنحضرت صلعم نے حباب بن منذر کو روانہ کیا کہ وہ جا کر دشمن کی تعداد وغیرہ کا پتہ لائیں۔ اور ان کو تاکید کر دی کہ اگر دشمن کی تعداد زیادہ ہو اور خطرہ کی صورت ہو تو مجلس میں آکر اطلاع نہ دیں چنانچہ وہ گئے اور اطلاع بہم پہنچا کر جلد ہی واپس آ گئے۔ مسلمانوں کو جب لشکر قریش کے اتنا قریب پہنچ جانے کے متعلق علم ہوا اور دیگر تفصیلات سے بھی کسی قدر اطلاع ہوئی تو وہ سخت فکر مند ہوئے اور یہ رات مدینہ میں مسلمانوں نے نہایت خوف و خطرہ کی حالت میں گذاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے ارد گرد صحابہؓ نے رات بھر پہرہ دیا۔ صبح جمعہ کا دن تھا اور شوال کی چھٹی تاریخ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مسلمانوں کو جمع کیا اور ان سے مشورہ چاہا۔ عبد اللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین بھی جو بدر کے بعد ظاہری طور پر اسلام میں داخل ہو چکا تھا مشورہ میں شریک تھا۔ اس نے اور اکثر اکابر صحابہؓ

مہاجرین وانصار نے رائے دی کہ حالات موجودہ کے ماتحت مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم مدینہ سے باہر نہ نکلیں بلکہ مسلمانوں کی جو آبادی منتشر ہے اسے بھی شہر کی دیواروں کے اندر جمع کر لیں اور مستورات کو مضبوط قلعوں میں محفوظ کر دیں اور پھر جب دشمن ہم پر حملہ آور ہو تو شہر میں ہی ہو کر ہم اس کا مقابلہ کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی رائے کو پسند کیا اور اپنی گذشتہ رات کی ایک خواب بھی سُنائی جس سے آپ نے یہی نتیجہ نکالا تھا کہ مدینہ کے اندر ہی ٹھیرنا مناسب ہوگا۔ مگر بعض صحابہؓ نے خصوصاً نوجوان صحابہؓ اور ان میں سے بھی خاص طور پر وہ جو کسی وجہ سے جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے یہ رائے دی کہ شہر میں پناہ گزین ہونا ذلت و بُزدلی ہے۔ ہم کو چاہیئے کہ باہر کھلے میدان میں نکلکر دشمن کا مقابلہ کریں اور ہم امید کرتے ہیں کہ جنگ بدر کی طرح ہم ان کو مار مار کر بھگا دینگے۔ چونکہ ان لوگوں نے اپنی رائے پر بہت اصرار کیا اور بڑے جوش و خروش کا اظہار کیا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے کو قبول فرمایا اور اعلان فرمایا کہ ہم باہر نکل کر مقابلہ کرینگے۔ یہ کہکر آپ اندرون خانہ تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں خود اور غیر معمولی طور پر دو زرہیں پہنے ہوئے اور تلوار پہلو میں حمائل کیئے اور ڈھال لگائے آپ باہر تشریف لائے۔ لیکن اتنے عرصہ میں پختہ کار صحابہؓ کے سمجھانے سے نوجوان پارٹی کو اپنی غلطی محسوس ہو چکی تھی چنانچہ انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس طرح آپ پسند فرماتے ہیں اسی طرح کریں اسی میں انشاء اللہ برکت ہوگی۔ ہم سے غلطی ہوئی کہ آپکے سامنے اپنی رائے پر اصرار کیا۔" آپ نے فرمایا "میں نے تو جو اپنا خیال تھا بتا دیا تھا لیکن نبی کی شان سے یہ بعید ہے کہ ہتھیار لگا کر اور جنگ کی تیاری کر کے پھر ارادہ بدلے اس لئے اب چلو باہر ہی چلکر لڑینگے۔ آگے جو اللہ کو منظور ہوا۔" یہ کہکر آپ نے تین جھنڈے تیار کروائے اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت علیؓ کے سپرد کیا اور پھر

مدینہ پر عبداللہ بن ام مکتوم کو خلیفہ مقرر کر کے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ ایک ہزار کی جمعیت آپ کے ساتھ تھی۔ سعد بن معاذ رئیس اوس اور سعد بن عبادۃ رئیس خزرج آپ کے دائیں بائیں گھوڑے کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ دوڑتے جاتے تھے ؛

احد کا پہاڑ مدینہ سے شمال کی طرف تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس کے نصف میں پہنچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام شیخین میں قیام فرمایا اور لشکر کا جائزہ لئے جانے کا حکم دیا۔ کم عمر لڑکے واپس کیئے گئے چنانچہ عبداللہ بن عمر۔ زید بن ثابت۔ اسامہ بن زید۔ زید بن ارقم۔ ابو سعید خدری۔ براء بن عازب وغیرہ سب واپس ہوئے۔ رافع بن خدیج انہی لڑکوں کی عمر کے ایک بچہ تھے مگر تیر اندازی میں خوب ماہر تھے۔ ان کے متعلق کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی کہ اس کو لے لیا جاوے آنحضرت صلعم نے ان کی طرف دیکھا تو یہ انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے تاکہ بڑے نظر آویں چنانچہ ان کی یہ ترکیب چل گئی اور یہ لے لئے گئے۔ اس پر ایک اور نوجوان صحابی سمرۃ بن جندب جن کو واپسی کا حکم مل چکا تھا اپنے باپ کے پاس گئے اور کہا کہ اگر رافع کو لیا گیا ہے تو مجھے بھی اجازت ملنی چاہیئے کیونکہ میں رافع سے مضبوط ہوں اور اسے کشتی میں گرا لیتا ہوں۔ انہوں نے جا کر آنحضرت صلعم سے عرض کیا آپ نے فرمایا اچھا دونو کی کشتی کرواؤ چنانچہ ان کا مقابلہ ہوا اور واقعہ میں سمرۃ نے پل بھر میں رافع کو اٹھا کر دے مارا جس پر ان کو بھی اجازت دی گئی۔ اب چونکہ شام ہو چکی تھی اس لئے حضرت بلال رضؓ نے اذان کہی اور سب نے نماز ادا کی اور پھر رات کے واسطے مسلمانوں نے یہیں ڈیرے ڈال دیئے۔ لشکر کے ارد گرد محمد بن مسلمہ رضؓ نے اپنے پچاس ساتھیوں کے ساتھ رات بھر پہرہ دیا ؛

دوسرے دن صبح ہی لشکر آگے بڑھا اور احد کے پاس پہنچا مگر اس موقع پر بد باطن عبد اللہ بن ابی بن سلول نے دغا کی اور اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ جو اس کی طرح سب منافق تھے مسلمانوں کے لشکر سے ہٹ کر یہ کہتا ہوا مدینہ کی طرف واپس چلا آیا کہ محمدؐ نے میری بات نہیں مانی اور ناتجربہ کار لونڈوں کے کہنے پر لگ کر باہر نکل آیا ہے اس لئے میں اس کے ساتھ ہو کر نہیں لڑ سکتا۔ اب اسلامی لشکر کی تعداد صرف سات سو رہ گئی جو کفار کے تین ہزار سپاہیوں کے مقابلہ میں ایک چوتھائی سے بھی کم تھی۔ اور سامان کے لحاظ سے بھی اسلامی لشکر قریش کے لشکر کے مقابلہ میں بالکل حقیر اور کمزور تھا کیونکہ اس میں صرف ایک سو زرہ پوش اور دو گھوڑے تھے بمقابلہ کفار کے لشکر کے جس میں سات سو زرہ پوش اور دو سو گھوڑے تھے۔ انہی وجوہات کی بنا پر اس موقعہ پر مسلمانوں کے اندر کچھ اختلاف ہو گیا اور بعض نے یہ رائے دی کہ ہم بہت کمزور ہیں اس لئے ہمیں لڑنے کے واسطے آگے نہ بڑھنا چاہیئے بلکہ شہر کی طرف واپس ہو جانا چاہیئے چنانچہ مؤرخین نے اس ضمن میں انصار کے دو قبیلوں بنی سلمۃ اور بنی حارثہ کا خاص طور نام لیا ہے۔ یہ خیال دراصل گروہ منافقین کے عین وقت پر دغا دے جانے کے نتیجہ میں تھا چنانچہ قرآن شریف میں بھی اس تمام واقعہ کی طرف اشارہ موجود ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی ذات پر توکل فرمایا اور آگے بڑھ کر احد کے سامنے کے میدان پر ڈیرہ ڈال دیا ایسے طریق پر کہ احد کی پہاڑی اسلامی لشکر کے پشت کی طرف آ گئی اور مدینہ سامنے کی طرف رہا جس سے لشکر کا عقب محفوظ ہو گیا مگر پشت کی طرف بائیں جانب پہاڑیوں کے درمیان ایک درّہ سا تھا جہاں سے حملہ ہو سکتا تھا اس لئے آپ نے وہاں پچاس مضبوط تیر انداز عبد اللہ بن جبیرؓ کی سرداری میں مقرر فرمائے اور ان کو حکم دیا کہ وہ ہر حال میں یہ جگہ نہ چھوڑیں حتّٰی کہ آپ نے فرمایا "اگر تم دیکھو کہ ہم کو فتح ہو گئی ہے اور

مسلمان غنیمت کا مال جمع کر رہے ہیں تو پھر بھی تم اس جگہ کو نہ چھوڑنا اور اگر تم دیکھو کہ ہم کو شکست ہو گئی ہے اور ہمارا لشکر بالکل پس پا ہو گیا ہے تو پھر بھی اس جگہ کو چھوڑ کر ہماری مدد کو نہ آنا یہاں تک کہ ہم خود نہ تم کو بلوائیں" یہ کہکر آپؐ نے صف آرائی کروائی اور قلب لشکر میں مہاجرین کو اور میمنہ و میسرہ پر اوس اور خزرج کو کھڑا کیا اور چونکہ آپ کو یہ علم ہوا کہ قریش کا جھنڈ طلحہ کے پاس ہے جو اس خاندان سے تعلق رکھتا ہے کہ جو قصی بن کلاب کی وصیت اور خواہش کی بنا پر قریش کے اندر علم برداری کا حق رکھتا تھا تو آپؐ نے بھی حضرت علیؓ سے مہاجرین کا جھنڈا لے لیا اور مصعب بن عمیرؓ کے سپرد فرما دیا جو طلحہ کے عزیزوں میں سے تھے اور فرمایا ہم وفاداری کے زیادہ حقدار ہیں *

دوسری طرف قریش کے لشکر میں صف آرائی شروع تھی۔ ابوسفیان امیر العسکر تھا۔ جھنڈا طلحہ بن عبد العزی کے ہاتھ میں تھا۔ قلب لشکر پر صفوان بن امیہ افسر تھا۔ میمنہ و میسرہ پر خالد و عکرمہ تھے۔ سواروں کا دستہ عمرو بن العاص کی کمان میں تھا تیر انداز عبد اللہ بن ربیعہ کے ماتحت تھے۔ عورتیں شروع شروع میں لشکر کے سامنے تھیں اور گا بجا کر مردوں کو جوش دلاتی تھیں مگر جنگ شروع ہونے کے وقت لشکر کے پیچھے چلی گئیں اور وہاں بھی اپنے کام کا سلسلہ جاری رکھا *

سب سے پہلے لشکر کفار سے ابو عامر اور اس کے ساتھی آگے بڑھے۔ اس شخص کا ذکر اوپر گذر چکا ہے کہ یہ قبیلہ اوس میں سے تھا اور مدینہ کا رہنے والا تھا اور راہب کے نام سے مشہور تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مکہ چلا آیا اور قریش کو مسلمانوں اور آنحضرت صلعم کے خلاف اکساتا رہا مگر اس کا بیٹا حنظلہ ایک نہایت مخلص مسلمان تھا اور اس جنگ کے موقعہ پر بھی مسلمانوں کے لشکر میں شامل تھا اور

بہادری کے ساتھ لڑتا ہوا شہید ہوا۔ ابو عامر کو کامل امید تھی کہ اب جو میں انصار
کے سامنے ہونگا تو وہ فوراً محمد صلعم کو چھوڑ کر میرے ساتھ آملینگے۔ اسی امید میں
یہ سب سے پہلے اپنے چند ساتھیوں کو ہمراہ لیکر آگے بڑھا اور بلند آواز سے پکارا کہ اے
اوس و خزرج میں ابو عامر راہب ہوں۔ انصار نے ایک آواز ہو کر کہا دور ہوجا
او فاسق اور ساتھ ہی تیروں کی باڑھ ماری جس سے یہ اور اس کے ساتھی بدحواس
ہو کر پیچھے کی طرف بھاگے۔ اس پر قریش کے علم بردار طلحہ نے جو رؤسا میں سے
تھا ناراض ہو کر آواز دی کہ او غلامو پیچھے ہٹ جاؤ اور عورتوں کے پاس بیٹھکر
ان کی حفاظت کرو کہ یہی تمہارے واسطے سزاوار ہے۔ اور یہ کہکر جھنڈا ہاتھ میں
لئے ہوئے طلحہ خود آگے بڑھا اور مسلمانوں کو طنز کے طور پر کہا اگر کوئی تم سے جنّت
میں جانا چاہتا ہے یا مجھے دوزخ میں بھیجنا چاہتا ہے تو آگے آئے۔ حضرت
علیؓ آگے بڑھے اور دو چار ہاتھ میں طلحہ کو کاٹکر رکھدیا۔ اس کے بعد لشکر کفار کی
طرف سے طلحہ کا بھائی عثمان بن ابی طلحہ آگے آیا اور جھنڈا ہاتھ میں لیکر مبارز
طلبی کی۔ حمزہؓ آگے بڑھے اور جاتے ہی اسے مار گرایا۔ کفار نے یہ نظارہ دیکھا
تو عام دھاوا کر دیا۔ مسلمان بھی آگے بڑھے۔ اس موقعہ پر آنحضرت صلعم نے
اپنی تلوار اپنے ہاتھ میں لیکر کہا کوئی ہے جو اسے لیکر اس کا حق ادا کرے؟
بہت سے ہاتھ آگے بڑھے جن میں حضرت عمرؓ اور زبیر جیسے جلیل القدر
صحابہؓ کے بھی ہاتھ تھے مگر آنحضرتؐ نے اپنا ہاتھ روکے رکھا۔ آخر ابو دجانہؓ
انصاری نے ہاتھ آگے بڑھایا کہ یا رسول اللہ مجھے دیجئے۔ آپؐ نے انہیں دیدی
یہ تلوار ہاتھ میں لیکر ابو دجانہؓ تبختر کی چال سے اکڑتے ہوئے کفار کی طرف
بڑھے آنحضرت صلعم نے صحابہؓ سے فرمایا "یہ چال اللہ کو بہت ناپسند ہے
مگر اس وقت پسند ہے" اب چاروں طرف خونریزی کا میدان گرم ہوا اور
سخت گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی اور ایک عرصہ تک دونو طرف سے

قتل وخون کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر اسلامی لشکر کے سامنے قریش کے پاؤں اکھڑنے شروع ہوئے چنانچہ میور لکھتا ہے:۔

"مسلمانوں کے خطرناک حملوں کے سامنے مکّی لشکر کے پاؤں اُکھڑنے لگے۔ قریش کے گھوڑے سواروں نے کئی دفعہ یہ کوشش کی کہ اسلامی لشکر کے بائیں طرف عقب سے ہو کر حملہ کریں مگر ہر دفعہ ان کو ان پچاس تیراندازوں کے تیر کھاکر پیچھے ہٹنا پڑا جو محمدؐ نے وہاں متعین کیئے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی طرف سے احد میں بھی وہی شجاعت و بہادری دکھائی گئی اور موت و خطر سے بے پروائی دکھائی گئی جو بدر کے موقعہ پر انہوں نے دکھائی تھی۔ مکّہ کے لشکر کی صفیں پھٹ پھٹ جاتی تھیں۔ جب اپنے خود کے ساتھ سرخ رومال باندھے ہوئے ابو دجانہؓ ان پر حملہ کرتا تھا اور اس تلوار کے ساتھ جو اسے محمدؐ نے دی تھی چاروں طرف گویا موت بکھیرتا جاتا تھا۔ حمزہؓ اپنے سر پر شتر مرغ کے پروں کی کلغی لہراتا ہوا ہر جگہ نمایاں نظر آتا تھا۔ علیؓ اپنے لمبے اور سفید پھریرے کے ساتھ اور زبیرؓ اپنی شوخ رنگ چمکتی ہوئی زرد پگڑی کے ساتھ۔ بہادران الیڈ کی طرح۔ جہاں بھی جاتے تھے دشمن کے واسطے موت و پریشانی کو اپنے ساتھ لیجاتے تھے یہ وہ نظارے ہیں جہاں بعد کی اسلامی فتوحات کے ہیرو تربیت پذیر ہوئے۔"

غرض لڑائی ہوئی اور سخت ہوئی مگر آخر قریش کے پاؤں اُکھڑنے لگے اور ان کے لشکر میں ابتری اور بدنظمی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ قریش کے علم بردار ایک ایک کر کے مارے گئے اور بنو عبدالدار میں سے قریباً نو شخصوں نے باری باری علم کو اپنے ہاتھ میں لیا مگر سارے کے سارے باری باری قتل ہوئے آخر طلحہ کے حبشی غلام نے آگے بڑھکر علم اپنے ہاتھ میں لے لیا مگر اس پر بھی ایک مسلمان نے بڑھ کر وار کیا اور ایک ہی ضرب میں اس کے دونو ہاتھ کاٹ کر علم خاک پر گرا دیا مگر صواب کے جوش کا یہ عالم تھا کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہی زمین پر

گرا اور جھنڈے کو اپنی چھاتی کے ساتھ لگا کر اسے پھر اٹھانے کی کوشش کی لیکن ہر طرف سے تلواریں برس پڑیں اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس کے بعد پھر قریش میں سے کسی شخص کو یہ جرأت اور ہمّت نہیں ہوئی کہ علم کو اٹھائے ادھر مسلمانوں نے اللہ کا نام لیکر پھر زور کے ساتھ حملہ کیا اور دشمن کی رہی سہی صفوں کو چیرتے اور منتشر کرتے ہوئے دوسرے پار نکل گئے اور قریش کے مال و اسباب پر دھاوا کر کے غنیمت کا مال جمع کرنے لگ گئے۔ اس وقت قریش ہر طرف منتشر حالت میں تھے اور تمام لشکر میں بھاگڑ پڑی ہوئی تھی۔ عبداللہ بن جبیر رضؓ کے ساتھیوں نے یہ نظارہ دیکھا تو عبداللہ سے کہا اب تو خدا کے فضل سے کفار کا لشکر بھاگ نکلا ہے اور مسلمان غنیمت کا مال جمع کر رہے ہیں اس لئے ہم بھی جا کر اس میں شریک ہوتے ہیں۔ عبداللہ نے بہت روکا اور سمجھایا مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور کہا کہ آنحضرت صلعم نے جو تاکید کی تھی تو اس سے مراد یہی تھی کہ جب تک پورا پورا اطمینان نہ ہو جاوے ہم اس جگہ کو نہ چھوڑیں لیکن اب چونکہ دشمن واقعی شکست کھا کر بھاگ نکلا ہے اس لئے جگہ چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ کہکر وہ سب کے سب سوائے پانچ سات آدمیوں کے جنہوں نے عبداللہ کا کہنا مان لیا جگہ چھوڑ کر نیچے اُتر آئے اور غنیمت جمع کرنے میں شریک ہو گئے۔ خالد بن ولید کی تیز آنکھ نے درّہ کی طرف نظر ڈالی تو میدان صاف پایا اس لئے وہ اپنا فوجی دستہ لیکر جھٹ وہاں پہنچا اور عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کو پل بھر میں شہید کر کے اسلامی لشکر کے عقب سے حملہ آور ہو گیا۔ اور ایک گھوڑے سوار کو ابوسفیان کی طرف دوڑا دیا کہ قریش کو جمع کر کے سامنے کی طرف سے حملہ آور ہو جاوے۔

دوسری طرف قریش میں سے ایک بہادر عورت عمرۃ بنت علقمہ نے جب یہ نظارہ دیکھا تو جھٹ آگے بڑھکر قریش کا علم جو ابھی تک خاک میں پڑا تھا اُٹھا کر بلند کر دیا جسے دیکھتے ہی قریش کا منتشر لشکر پھر جمع ہو گیا اور اس طرح مسلمان دونو طرف

سے دشمن کے اندر گھر گئے مسلمانوں کی جمعیت پہلے سے فتح کی خوشی میں غافل اور منتشر ہو رہی تھی اس بلا ناگہانی نے بالکل ہی بکھیر دیا اور اسلامی لشکر میں سخت کھلبلی پڑ گئی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ اتنے قلیل عرصہ میں ہوا کہ مسلمان بالکل بدحواس ہو گئے۔ حتیٰ کہ بدحواسی میں مسلمان ایک دوسرے پر وار کرنے لگ گئے اور اپنے پرائے میں امتیاز نہ رہا چنانچہ خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے کئی مسلمان زخمی ہوئے اور حذیفہ رضؓ کے والد یمان رضؓ کو تو مسلمانوں نے شہید ہی کر دیا۔ حذیفہ رضؓ اس وقت ان کے پاس تھے چلاتے رہ گئے کہ یہ میرے باپ ہیں مگر اس وقت کون سنتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں مسلمانوں کی طرف سے ان کا خون بہا ادا کروانا چاہا مگر حذیفہ رضؓ نے کہا میں معاف کرتا ہوں ؂

حضرت حمزۃ رضؓ نہایت بہادری کے ساتھ لڑ رہے تھے اور جدھر جاتے تھے صفیں صاف ہوتی جاتی تھیں مگر دشمن بھی ان کی تاک میں تھا اور ہندہ زوجہ ابو سفیان نے اپنے باپ عتبہ بن ربیعہ (جو ان کے ہاتھ سے بدر میں قتل ہوا تھا) کے انتقام کے واسطے جبیر بن مطعم کا حبشی غلام جس کا نام وحشی تھا ان کے پیچھے لگا یا ہوا تھا اور اسے انعام و اکرام اور آزادی کی امید دلائی تھی۔ چنانچہ وہ ایک جگہ چھپکر ان کی تاک میں بیٹھ گیا جب یہ وہاں سے کسی شخص پر حملہ کرتے ہوئے گذرے تو اس نے تاک کر ان کی ناف میں اپنا چھوٹا نیزہ مارا جو بدن کے پار ہو گیا۔ حمزۃ رضؓ اس کی طرف بڑھے مگر پاؤں لڑکھڑا کر وہیں گر گئے اور جان دیدی۔ یہی حبشی غلام فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور آپ نے اسے معاف فرما دیا لیکن حمزۃ رضؓ کی محبت اور یاد کی وجہ سے فرمایا کہ اگر ہو سکے تو وحشی کبھی میرے سامنے نہ آوے۔ اس وقت وحشی نے عہد کیا کہ جس ہاتھ سے اور جس نیزے سے میں نے حضرت حمزۃ رضؓ کو قتل کیا

تھا جب تک اسی ہاتھ سے کسی بڑے معاند کا فرکو تہ تیغ نہ کرلونگا چین نہ لونگا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں اس نے جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کو قتل کر کے اپنی قسم کو پورا کیا؛

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے یہ وقت مسلمانوں کے واسطے سخت پریشانی اور بدحواسی کا وقت تھا۔ دشمن نے دونو طرف سے گھیر ڈال لیا تھا اور اپنے پے در پے حملوں سے دباتا آتا تھا۔ اب بھی مسلمان شاید تھوڑی دیر کے بعد سنبھل جاتے مگر غضب یہ ہوا کہ قریش کے ایک بہادر سپاہی عبداللہ بن قمیئہ نے مسلمانوں کے علم بردار مصعبؓ بن عمیر پر حملہ کیا اور تلوار کے وار سے انکا ہاتھ کاٹ دیا مصعبؓ نے جھٹ دوسرے ہاتھ سے جھنڈا تھام لیا مگر اس نے پھر وار کیا اور دوسرا ہاتھ بھی کاٹ کر گرا دیا۔ اب مصعبؓ نے اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے نیزہ کو تھاما اور اپنے سینے سے لگا لیا جس پر ابن قمیئہ نے تیسری دفعہ انپر تلوار چلائی جو ان کے شانہ پر لگی اور کاٹتی ہوئی نیچے اتر آئی اور مصعبؓ شہید ہو کر گرے۔ علم تو کسی دوسرے مسلمان نے بڑھکر تھام لیا مگر چونکہ مصعبؓ کی شکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ملتی تھی اس لئے ابن قمیئہ نے سمجھا کہ میں نے محمدؐ (صلعم) کو مار لیا ہے اس لئے اس نے شور مچا دیا کہ میں نے محمد (صلعم) کو مار لیا ہے۔ اس خبر سے مسلمانوں کے رہے سہے اوسان بھی جاتے رہے اور اکثر مسلمان ہمت ہار کر میدان سے الگ ہو گئے جن میں حضرت عمرؓ جیسے جری اور بہادر پہلوان بھی تھے؛

اس وقت مسلمان تین حصوں میں منقسم تھے۔ ایک گروہ ایسا تھا جو میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا تھا۔ حضرت عثمان بن عفان بھی انہی لوگوں میں تھے مگر جیسا کہ قرآن شریف میں ذکر آتا ہے اللہ نے ان لوگوں کا قصور معاف فرما دیا۔ یہ لوگ جب مدینہ میں پہنچے اور اسلامی لشکر کی شکست اور آنحضرت صلعم

کی شہادت کی خبر دی تو تمام شہر میں ایک کہرام مچ گیا اور مسلمان عورتیں بچے جوان بوڑھے سب نہایت سراسیمگی کی حالت میں شہر سے باہر نکل آئے اور احد کیطرف روانہ ہوئے اور بعض جلد دوڑتے ہوئے میدان جنگ میں پہنچے اور اللہ کا نام لیکر دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو بھاگے تو نہیں تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا سن کر ہمت ہار بیٹھے تھے اور میدان سے ایک طرف ہٹ گئے تھے اور انہی لوگوں کی کثرت تھی۔ تیسرا گروہ وہ تھا جو برابر لڑ رہا تھا ان میں سے کچھ تو وہ تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرد گرد تھے اور جان نثاری کے جوہر دکھا رہے تھے اور کچھ وہ تھے جو آپ کی شہادت کا سن کر لڑنے میں اور زیادہ تیز ہو گئے تھے اور لشکر کفار میں گھس کر جام شہادت پی رہے تھے اور بعض بے تابی کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ وسلم کو اِدھر اُدھر تلاش کرتے پھرتے تھے۔ انہی موخرالذکر صحابہؓ میں کعب بن مالکؓ تھے۔ یہ اِدھر اُدھر مارے مارے پھر رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر آنحضرت صلعم پر پڑی اور ہر چند کہ آپ کا چہرہ مغفر سے ڈھنکا ہوا تھا مگر انہوں نے آپؐ کی آنکھوں سے آپ کو پہچان لیا اور خوشی کے جوش میں پکار کر کہا "مسلمانوں رسول اللہ یہ ہیں"۔ آنحضرت صلعم نے انہیں روکا مگر ان کے منہ سے الفاظ نکل چکے تھے۔ یہ سن کر مسلمان ہر طرف سے آپؐ کے اِرد گرد جمع ہونے لگے مگر ساتھ ہی قریش نے بھی یہ خبر پاتے ہی سب طرف سے توجہ ہٹا کر اپنا سارا زور اس موقعہ پر ڈالدیا اور نہایت تندی اور بے جگری کے ساتھ حملے شروع کئے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ قریش کا لشکر گویا سمندر کی مہیب لہروں کی طرح آپؐ کی طرف چاروں طرف سے بڑھا چلا آتا تھا اور اور ہر طرف سے تیر اور پتھر برس رہے تھے۔ جان نثاروں نے آپؐ کے اِرد گرد گھیرا ڈال لیا اور آپؐ کے جسم کو اپنے جسم سے چھپا لیا مگر پھر بھی جب کبھی حملہ

کی رو اٹھتی تھی تو یہ چند گنتی کے آدمی اِدھر اُدھر دھکیل دیئے جاتے تھے اور ایسی حالت میں بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کے سامنے آجاتے تھے۔ کسی ایسے ہی موقعہ پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کے مشرک بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا ایک پتھر آپؐ کے چہرہ مبارک پر آکر لگا جس سے آپؐ کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے اور ہونٹ بھی زخمی ہوئے۔ اسوقت آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے اللّٰھمّا غفر قومی انّھم لا یعلمون (اے اللہ تو میری قوم کو معاف کر کیونکہ یہ لاعلمی میں ایسا کر رہے ہیں)۔

ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ ایک اور پتّھر جو عبد اللہ ابن قمیئۃ نے پھینکا تھا آپؐ کے رُخسار پر آکر لگا جس سے آپؐ کے مغفر کی دو کڑیاں آپؐ کے رُخسارہ مبارک میں چُبھکر رہ گئیں اور خون جاری ہوگیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ایک تیسرا پتھر آیا جو عبد اللہ بن شہاب نے پھینکا تھا۔ اس نے آپؐ کی پیشانی کو زخمی کیا۔

اس وقت نہایت خطرناک لڑائی ہو رہی تھی اور مسلمانوں کے واسطے ایک سخت ابتلا اور امتحان کا وقت تھا۔ آنحضرتؐ کی شہادت کا سُنکر اکثر صحابہؓ بالکل ہمّت ہار بیٹھے تھے اور ہتھیار پھینک کر میدان سے ایک طرف ہوگئے تھے۔ انہی میں سے حضرت عمرؓ بھی تھے۔ ان کے متعلّق روایت آتی ہے کہ یہ اسی طرح میدان کے ایک طرف سر نیچے ڈالے بیٹھے تھے کہ اوپر سے ایک صحابی انس بن نضر انصاری آگئے اور ان کو دیکھکر کہا "عمر یہاں کیا کرتے ہو؟"۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا "رسول اللہ نے شہادت پائی اب لڑنے سے کیا فائدہ ہے"۔ انس نے کہا "یہی تو لڑنے کا وقت ہے تاکہ جو موت رسول اللہ نے پائی ہے وہی ہم کو بھی نصیب ہو۔ اور پھر یہ بھی تو سوچو کہ آپؐ کے بعد زندگی کا کیا لطف ہے؟"۔ یہ کہکر انس دشمن کی صفوں میں گُھس گئے اور لڑتے لڑتے جان دیدی۔ لکھا ہے

کہ جنگ کے بعد دیکھا گیا تو ان کے بدن پر اسّی سے زیادہ زخم تھے اور کوئی پہچان نہ سکتا تھا آخر ان کی ہمشیرہ نے انگلی دیکھ کر پہچانا ۔

جو صحابہ آنحضرت صلعم کے ارد گرد تھے انہوں نے جو جو جان نثاریاں دکھائیں وہ ایسی ہیں کہ تاریخ ان کی نظیر لانے سے عاجز ہے۔ یہ لوگ پروانوں کی طرح آپ کے اِرد گِرد گھومتے تھے اور جانوں پر کھیل رہے تھے۔ جو وار پڑتا تھا وہ اپنے اوپر لیتے تھے اور آنحضرت صلعم کو بچاتے تھے۔ اور ساتھ ہی دشمن پر بھی وار کرتے جاتے تھے۔ حضرت علیؓ و زبیرؓ نے بے تحاشہ دشمن پر حملے کیئے اور انکی صفوں کو دھکیل دھکیل دیا۔ ابو طلحہ نے تیر چلاتے چلاتے تین کمانیں توڑیں اور آنحضرت صلعم کو اپنے بدن سے چھپایا۔ سعد وقاصؓ کو آنحضرت صلعم خود تیر پکڑاتے جاتے تھے اور وہ دشمن پر لگاتار پھینکتے جاتے تھے۔ ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا تم پر میرے ماں باپ قربان تیر چلاتے جاؤ۔ سعدؓ اپنی آخری عمر تک آپؐ کے یہ الفاظ مسرت اور فخر کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے۔ ابو دجانہؓ نے اپنے جسم سے آنحضرت صلعم کے جسم کو چھپا لیا تا جو تیر اور پتھر وغیرہ آئے مجھے لگے اور آنحضرت صلعم محفوظ رہیں۔ اس وجہ سے ان کا بدن تیروں سے چھلنی ہو گیا مگر انہوں نے اُف تک نہیں کی تا ایسا نہ ہو کہ ان کے بدن میں کوئی حرکت ہو اور آپؐ کے بدن کا کوئی حصّہ ننگا ہو جاوے۔ طلحہؓ نے کئی وار اپنے بدن پر لے کر آپ کو بچایا اور اسی کوشش میں ان کا ہاتھ شل ہو کر بیکار ہو گیا۔ مگر یہ چند گنتی کے مسلمان اس سیلاب عظیم کے سامنے کب تک ٹھہر سکتے تھے جو ہر لحظہ مہیب موجوں کی صورت میں چاروں طرف سے بڑھتا چلا آتا تھا۔ ان کے حملہ کی ہر لہر مسلمانوں کو کہیں کا کہیں بہا لے جاتی تھی مگر جب ذرا زور تھمتا مسلمان بیچارے لڑتے بھڑتے پھر اپنے آقاؐ کے گرد جمع ہو جاتے۔ بعض اوقات تو ایسا خطرناک حملہ ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد

بہت ہی تھوڑے آدمی رہ جاتے۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ ایک وقت ایسا آیا کہ آپؐ کے ارد گرد صرف چودہ مرد رہ گئے۔ اور بخاری میں روایت آتی ہے کہ ایک وقت ایسا تھا کہ آپؐ کے ساتھ صرف دُو آدمی تھے۔ ان جان نثاروں میں مؤرخین نے حضرت ابو بکرؓ علیؓ طلحہؓ زبیرؓ سعدؓ وقاص ابو دجانہؓ انصاری سعد بن معاذؓ اور ابو طلحہ انصاریؓ کے نام خصوصیت کے ساتھ بیان کیئے ہیں۔ ایک وقت جب قریش کے حملہ کی لہر اُٹھی تو آپؐ نے فرمایا کون ہے جو اس وقت اپنی جان نثار کردے؟ زیاد بن سکن ایک انصاری تھے ان کے کان میں جب یہ آواز پہنچی تو پانچ انصار کو ساتھ لیکر آگے بڑھے اور ان میں سے ایک ایک نے آپؐ کے ارد گرد لڑکر جان دیدی۔ روایت آتی ہے کہ جنگ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ زیاد کی نعش اُٹھا کر میرے پاس لاؤ۔ لوگ اٹھا کر لائے اور آپؐ کے پاس ڈالدیا۔ اس وقت یہ جان توڑ رہے تھے۔ اس حالت میں انہوں نے اپنا سر اُٹھایا اور اپنا مُنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر رکھدیا اور اسی حالت میں جان دیدی۔ ایک مسلمان خاتون تلوار لیکر مارتی کاٹتی آنحضرت صلعم تک پہنچیں۔ اس وقت کوئی بدبخت آپ پر وار کر رہا تھا انہوں نے بڑھکر وار اپنے اوپر لیا اور پھر تلوار تول کر اس پر اپنا وار کیا مگر وہ زرہ پوش تھا اور یہ ایک کمزور عورت تھی وار کاری نہ پڑا اور وہ ایک طرف کو نکل گیا۔ ایسے خطرناک وقت میں ایک مسلمان سپاہی نہایت اطمینان اور بے پروائی کی حالت میں کھجوریں ہاتھ میں لئے کھا رہا تھا۔ جب اس کی نظر آنحضرت صلعم پر پڑی تو کہنے لگا یارسول اللہ اگر میں اس وقت مارا جاؤں تو کہاں ہونگا آپ نے فرمایا جنّت میں، یہ سُن کر کھجوریں ہاتھ سے پھینک تلوار کھینچ وہ دشمن کی صفوں میں گھس گیا اور لڑتے لڑتے شہید ہوا۔

غرض مسلمانوں کے واسطے یہ ایک نہایت سخت وقت تھا اور اسلام کی

قسمت ظاہری اسباب کے لحاظ سے ترازو میں اوپر نیچے حرکت کر رہی تھی۔ دشمن آخر اتنا قریب آگیا تھا کہ تیروں سے گذر کر تلوار تک نوبت پہنچی تھی۔ اس وقت ابن قمیئہ دندناتا ہوا اور مسلمانوں کی صف کو چیرتا ہوا آگے آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچکر نہایت بے دردی کے ساتھ آپکے چہرہ پر وار کیا۔ وفادار طلحہ رضؓ نے لپک کر وار اپنے ننگے ہاتھ پر لیا مگر ظالم کی تلوار ان کے ہاتھ کو قلم کرتی ہوئی آپؐ کے پہلو پر پڑی۔ زخم تو خدا کے فضل سے نہیں آیا کیونکہ آپ نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں اور وار کا زور بھی کم ہو چکا تھا لیکن اس صدمہ سے آپؐ چکر کھا کر نیچے گرے اور ابن قمیئہ نے پھر خوشی کا نعرہ لگایا کہ میں نے محمدؐ کو مار لیا ؛

اب آہستہ آہستہ لڑائی کا زور کم ہونا شروع ہوا۔ کچھ مسلمان بھاگ گئے ہوئے تھے اور اکثر احد کی پہاڑی کے ایک محفوظ درہ میں پناہ گزین ہو گئے تھے اور کچھ ادھر ادھر منتشر تھے طلحہؓ نے جھک کر آنحضرت صلعم کو اوپر اٹھایا اور پھر حضرت علیؓ اور طلحہؓ کے سہارے پر آپؐ بھی مخلصین کی جماعت کے اندر گھرے گھرے اس درہ کی طرف چڑھے۔ جس میں کچھ مسلمان پہلے جا چکے تھے۔ راستہ میں ابی ابن خلف شور کرتا اور چلاتا ہوا اس جماعت کی طرف آیا جس میں آپ جا رہے تھے کہ لا نجوت ان نجا اگر محمدؐ بچکر نکل گیا تو میں گویا نہ بچا۔ صحابہؓ نے اسے روکنا چاہا مگر آنحضرت صلعم نے فرمایا اسے آنے دو چنانچہ انہوں نے راستہ چھوڑ دیا جب وہ قریب آیا تو آپؐ نے اپنے نیزہ کے ساتھ اسپر ایک وار کیا جو اسے پسلی میں پڑا اور وہ زخم کھا کر چیختا ہوا واپس لوٹا اور مکہ پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں اپنی کیفر کردار کو پہنچا ؛

جلد ہی آنحضرت صلعم صحابہؓ کے ساتھ اسی درہ میں پہنچ گئے جہاں اکثر صحابہؓ پہلے جمع ہو چکے تھے۔ یہاں پہنچکر آنحضرت صلعم نے اپنا بدن دھویا۔ دو کڑیاں جو آپؐ کے رخسار میں چبھکر رہ گئی تھیں وہ حضرت ابو عبیدہؓ الجراح نے اپنے

دانتوں کے ساتھ کھینچکر باہر نکالیں اس کوشش میں ان کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ جب کڑیاں باہر نکلیں تو زخم سے فوارہ کی طرح خون بہ نکلا اور کسی طرح پر بند نہ ہوتا تھا اس وقت آنحضرت صلعم نے درد بھری آواز میں فرمایا کیف یفلح قوم خضبوا وجہ نبیھم بالدم وھو یدعوھم الی اللہ عز وجل کیسے بامراد ہوگی وہ قوم جس نے اپنے نبی کے منہ کو اس کے خون سے رنگ دیا صرف اس جرم پر کہ وہ ان کو خدائے عزّ وجل کی طرف بلاتا ہے"۔ اور آپؐ نے رؤسا قریش کے واسطے بد دعا کی مگر یہ فعل ذات باری تعالے کو اس وقت پسند خاطر نہ ہوا چنانچہ الہام ہوا لیس لک من الامر شیئ او یتوب علیھم او یعذبھم تجھے اس معاملہ میں کوئی سروکار نہیں اللہ کی مرضی ہے خواہ ان پر رجوع برحمت ہو اور خواہ ان کو عذاب دے ؀

Digitized by Khilafat Library

فاطمہ زہرا مسلمانوں کی شکست اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وحشت ناک خبریں سنکر مدینہ سے نکل آئی تھیں اور اس وقت احد پہنچ چکی تھیں۔ انہوں نے چٹائی کا ٹکڑہ جلا کر آپؐ کے زخم میں بھرا تو تب جا کر خون تھما۔ اور عورتوں نے بھی زخمی صحابہؓ کی متفرق طریق پر خدمت کی ؀

ادھر مسلمان اپنی مرہم پٹی میں مصروف تھے تو دوسری طرف نیچے میدان میں قریش مسلمان شہیدوں کی نعشوں کی بے حرمتی کر رہے تھے۔ مُثلہ کی وحشیانہ رسم پوری بے دردی کے ساتھ ادا کی گئی اور مسلمانوں کی لاشوں کے ساتھ جو بھی کسی کے جی میں آیا اس نے کیا۔ عورتوں نے ان کے ناک کان کاٹ کر ہار پروئے اور پہنے۔ ہندہ ابو سفیان کی بیوی حضرت حمزہؓ کا جگر نکال کر چبا گئی۔ غرض بالفاظ ولیم میور مسلمان مردوں کی نعشوں کے ساتھ قریش نے نہایت وحشیانہ برتاؤ کیا۔ اور دیر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لاش میدان میں ادھر اُدھر تلاش کرتے رہے مگر نہ پانی تھی نہ پائی۔ اس کے بعد

ابوسفیان اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اس درہ کی طرف چڑھا جہاں مسلمان جمع تھے اور باہر کھڑا ہو کر آواز دی "کیا تم میں محمدؐ ہے؟" آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی جواب نہ دے پھر اس نے ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام لیا مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ جس پر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف مخاطب ہو کر بلند آواز سے کہا "یہ سب لوگ مارے گئے اور ہمارا پیچھا چھوٹا" اس وقت حضرت عمرؓ صبر نہ سکے بے اختیار بولے "او دشمن خدا ہم سب زندہ ہیں اور تیری خبر لینے کو موجود ہیں"۔ ابوسفیان نے کہا عمر سچ بتاؤ کیا محمدؐ زندہ ہے؟۔ عمرؓ نے کہا ہاں رسول اللہؐ ضرور زندہ ہیں اور تیری یہ باتیں سن رہے ہیں"۔ ابوسفیان بولا "تو ابن قمیئہ نے جھوٹ کہا کیونکہ میں تجھے اس سے زیادہ سچا سمجھتا ہوں"۔ یہ کہکر اس نے اعل ھبل کا نعرہ لگایا یعنی اے ہبل تو اونچا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا اس کا جواب دو اور کہو اللہ اعلیٰ و اجل یعنی اللہ ہی اونچا اور بڑا ہے۔ پھر ابوسفیان نے کہا لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم یعنی ہمارے ساتھ عزیٰ ہے اور تمہارے ساتھ کوئی عزیٰ نہیں۔ آنحضرت صلعم کے فرمانے پر صحابہؓ نے اس کا جواب دیا اللہ مولانا ولا مولا لکم یعنی ہمارا یار و مددگار اللہ ہے اور تمہارا کوئی بھی یار و مددگار نہیں"۔ اس کے بعد ابوسفیان نے حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا لڑائی ڈول کی طرح ہے جو کبھی اوپر اٹھتا ہے اور کبھی نیچے گرتا ہے۔ یہ دن بدر کے دن کا بدلہ ہے۔ اور تم میدان جنگ میں ایسی لاشیں دیکھو گے جن کے ساتھ مثلہ کیا گیا ہے اور ان کے کان ناک وغیرہ کاٹ لئے گئے ہیں سو جانو کہ میں نے اس کا ہرگز حکم نہیں دیا مگر جب میں نے ایسا دیکھا تو مجھے برا بھی نہیں معلوم ہوا۔ اور ہمارے تمہارے درمیان آئندہ سال انہی ایام میں بدر کے مقام پر پھر جنگ کرنے کا وعدہ رہا"۔

یہ کہکر ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ نیچے اتر گیا اور لشکر قریش

نے مکہ کی راہ لی۔ تھوڑی دیر کے بعد آنحضرت صلعم اور مسلمان بھی نیچے اتر آئے
اور میدان میں صحابہؓ کی لاشوں کی دیکھ بھال شروع کی۔ غالباً اسی موقعہ پر
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کوئی جا کر دیکھے کہ سعد بن الربیعؓ کا کیا حال ہے۔
آیا وہ زندوں میں ہیں یا مُردوں میں۔ چنانچہ محمدؐ بن مسلمہ گئے اور اِدھر اُدھر
میدان میں تلاش کرتے پھرے اور ان کا نام لیکر بہت آوازیں دیں مگر کچھ پتہ
نہ چلا۔ آخر انہوں نے کہا سعد بن الربیع کہاں ہیں مجھے رسول اللہؐ نے
ان کی طرف بھیجا ہے۔ لکھا ہے کہ اس آواز پر محمدؐ بن مسلمہ کو ایک کمزور سی
آواز آئی۔ انہوں نے تلاش کیا تو پاس ہی مقتولین کے ایک ڈھیر میں سعد کو
پایا جو اس وقت جان توڑ رہے تھے۔ محمدؐ نے ان سے کیفیت حال بیان کی۔
سعد نے جواب دیا مجھے تو اب مُردوں میں ہی سمجھو۔ رسول اللہؐ کو میرا سلام کہنا
اور میری طرف سے عرض کرنا کہ اللہ آپ کو ہماری طرف سے تمام ان جزاؤں
سے بہترین جزا دے جو اس نے دوسرے انبیاءؑ کو ان کی جماعتوں کی
طرف سے کبھی دی ہوں اور مسلمانوں کی جماعت کو بھی میرا سلام پہنچانا اور
میری قوم سے کہنا کہ اگر تمہارے زندہ ہوتے رسول اللہ کو کوئی تکلیف پہنچی
تو پھر اللہ کے سامنے تمہارا کوئی عذر نہ ہوگا۔

جو نظارہ اس وقت مسلمانوں کے سامنے تھا وہ خون کے آنسو رلانیوالا
تھا۔ ستر سے اوپر صحابہؓ خاک و خون میں لتھڑے ہوئے میدان میں پڑے
تھے اور رسم مثلہ کا وحشت ناک اور مہیب نظارہ پیش کر رہے تھے۔ ان میں
سے صرف چار مہاجرین میں سے تھے اور باقی سب انصار تھے اسکے مقابلہ میں
قریش کے مقتولین کی تعداد صرف تئیس تھی۔ جب آنحضرت صلعم حمزہؓ کی
لاش پر پہنچے تو بے خود سے ہو کر کھڑے ہو گئے کیونکہ ظالم ہندہ نے ان کی
لاش کو بُری طرح بگاڑا تھا۔ پھر آپؐ نے بے اختیار فرمایا میں بھی تیری جگہ ستر

کفار کا مثلہ کرونگا۔ مگر وحی آئی نازل ہوئی کہ تمہیں ایسا کام سزاوار نہیں چنانچہ آپؐ نے اعلان فرمایا کہ اسلام میں مثلہ کی رسم بالکل ممنوع کی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی صفیہ کو اپنے بھائی ہمزۃؓ سے بہت محبت تھی وہ بھی شکست کی خبر سن کر مدینہ سے نکل آئی تھیں۔ آنحضرت صلعم نے ان کے صاحبزادہ زبیرؓ سے کہا کہ ان کو حمزۃ کی لاش نہ دکھانا مگر بہن کی محبت کب چین لینے دیتی تھی۔ وہ گئیں اور دیکھ کر اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور پھر بے اختیار ہو کر رو پڑیں آنحضرت صلعم اور فاطمہ زہراؓ بھی پاس کھڑے آنسو بہا رہے تھے۔ اس کے بعد تجہیز تکفین کا کام شروع کیا گیا مگر غربت کا یہ عالم تھا کہ مُردوں کا بدن چھپانے کے واسطے کپڑا تک نہ ملتا تھا چنا مصعب بن عمیرؓ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا سر چھپاتے تھے تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے اور اگر۔۔۔ پاؤں چھپاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا آخر پاؤں کو گھاس سے چھپایا۔ یہ وہی مصعب ہیں جو مدینہ میں سب سے پہلے اسلامی مبلغ بنکر تشریف لائے تھے۔ مسلمانوں میں سے کسی کو غسل نہیں دیا گیا مگر ایک ایک پر الگ الگ نماز جنازہ ادا کی گئی* اور پھر گڑھے کھود کر ان کو دو دو تین تین ملا کر دفنا دیا گیا جس کو قرآن شریف زیادہ یاد ہوتا تھا اسے قبر میں اتارتے ہوئے مقدم رکھا جاتا تھا۔

احد کے شہداء اسلام میں خاص عزت و احترام کی نظر دیکھے جاتے ہیں چنانچہ بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی احد کے میدان میں تشریف لے جاتے تھے تو بڑے درد کے ساتھ ان لوگوں کے واسطے دعا فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ وہاں سے گذرے تو فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق

* حاشیہ۔ یہ عام مورخین کی روایت ہے مگر بخاری میں آتا ہے کہ اس وقت نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی بلکہ بعد میں کسی اور موقعہ پر آنحضرت صلعم احد تشریف لائے اور نماز جنازہ ادا کی۔ واللہ اعلم۔

میں ایمان کی شہادت دیتا ہوں، حضرت ابو بکرؓ پاس کھڑے تھے۔ عرض کیا "یا رسول اللہؐ کیا ہم ان کے بھائی نہیں؟" آپؐ نے فرمایا "بے شک ہو مگر مجھے کیا معلوم کہ تم میرے بعد کیا کیا نئی باتیں نکالو گے"، اس پر حضرت ابو بکرؓ رو پڑے اور بہت روئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ کیا ہم آپؐ کے بعد زندہ رہینگے؟"۔

تجہیز و تدفین سے فارغ ہو کر آنحضرت صلعم نے اس خیال سے کہ دشمن مدینہ پر حملہ آور نہ ہو جاوے فرمایا کہ کوئی ہے جو قریش کا تعاقب کر کے ان کا حال معلوم کرے۔ مسلمان زخموں سے چُور تھے مگر فوراً ستر آدمیوں کی جماعت تیار ہو کر قریش کے تعاقب میں روانہ ہو گئی اور خبر لائی کہ قریش مدینہ کے راستہ پر نہیں بلکہ مکّہ کے راستہ پر واپس جا رہے ہیں۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں عقیدت کیش دُور دُور تک آگے آئے ہوئے تھے۔ ایک انصاری عورت کے متعلق روایت آتی ہے کہ وہ بھی نہایت گھبراہٹ کی حالت میں گھر سے نکلکر احد کے راستہ پر آ رہی تھی کہ راستہ میں اسے ایک صحابی ملے جو احد سے مدینہ کو واپس جا رہے تھے۔ معزز خاتون نے اس سے سوال کیا کہ آنحضرت صلعم کا کیا حال ہے۔ اس صحابی کو چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اطمینان تھا اس لئے اس نے بجائے اس کے سوال کا جواب دینے کے اسے یہ خبر دی کہ افسوس تیرا باپ جنگ میں شہید ہوا۔ اس نے کہا آنحضرت صلعم کا کیا حال ہے؟ صحابی نے پھر اسی طرز میں جواب دیا کہ افسوس تمہارا بھائی بھی قتل ہوا۔ اس پر اس عورت نے بے چینی کے لہجہ میں کہا میں تو پوچھتی ہوں کہ رسول خدا کا کیا حال ہے۔ صحابی کا دل چونکہ رسول اللہؐ کی طرف سے مطمئن تھا اور وہ جانتا تھا کہ آپ زندہ سلامت ہیں اور اس خاتون کی مصیبت اس کے سامنے تھی اس لئے اس نے اس سوال کی طرف ابکے بھی

توجہ نہ کی اور کہا ' بی بی تمہارا شوہر بھی شہید ہوا '۔ ان جوابات سے مخلص خاتون کا آنحضرت صلعم کے متعلق فکر و تردد بہت بڑھ گیا اور وہ نہایت گھبراہٹ اور کرب کی حالت میں بولی ' براہ مہربانی مجھے یہ بتائیے کہ آنحضرت صلعم کیسے ہیں ' صحابی نے جواب دیا ' آپ تو خدا کے فضل سے زندہ سلامت ہیں اور ابھی تشریف لا رہے ہیں ' اس کے منہ سے بے اختیار نکلا الحمد للہ اور کہنے لگی اگر رسول اللہ زندہ سلامت ہیں تو پھر اور مصیبتیں سب ہیچ ہیں "

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے اور انصار کے گھروں کے پاس سے گذرے تو گھر گھر سے عورتوں کے رونے چلانے کی آواز آتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ نظارہ دیکھا تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور فرمایا اما حمزۃ فلا بواکی لہ حمزہ کو کوئی رونے والا نہیں۔ سعد بن معاذ اور اسید بن الحضیر کو علم ہوا تو اپنی عورتوں میں گئے اور کہا اپنے مردوں کو رونا بند کرو اور رسول اللہ ؐ کے مکان کے سامنے جا کر حمزہ ؓ کا ماتم کرو۔ وہ گئیں اور آپ ؐ کے مکان کے سامنے ماتم شروع کر دیا۔ آپ ؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیسا شور ہے۔ عرض کیا گیا انصار کی عورتیں حمزہ ؓ کا ماتم کرتی ہیں۔ آپ باہر تشریف لے آئے اور ان کے واسطے دعائے خیر کی اور فرمایا اب تم واپس جاؤ اور اس طرح ماتم کرنے سے آئندہ کے لئے منع فرمایا ؛

قریش کا لشکر جب مقام روحا میں پہنچا تو ٹھہر گیا اور ان میں آپس میں مشورہ ہوا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ بعضوں نے رائے دی کہ تمہاری یہ فتح کوئی فتح نہیں۔ تم نے نہ محمد ؐ کو قتل کیا نہ مسلمان عورتوں کو غلام بنایا نہ ان کے مال و متاع پر قابض ہوئے اس لئے واپس جا کر مدینہ پر حملہ کرنا چاہیئے مگر دوسروں نے یہ رائے دی کہ اب جو ہو گیا ہے اسے ہی غنیمت جانو ایسا نہ ہو پہلی نیکنامی بھی کھو بیٹھو چنانچہ آخر یہی فیصلہ ہوا کہ مکہ ہی کی طرف کوچ

کرنا چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا علم ہوا کہ چند میل پر جاکر قریش کا لشکر ٹھیر گیا ہے اور واپس آکر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو مدینہ پُہنچنے کے دوسرے دن ہی آپؐ نے اعلان فرمایا کہ مسلمان پھر تیار ہو جاویں۔ چنانچہ اپنے زخموں کو باندھکر مسلمان پھر اپنے آقاؐ کے ساتھ نکل پڑے اور مقام حمراء الاسد تک پُہنچے۔ مگر یہاں پُہنچکر معلوم ہوا کہ قریش واپس روانہ ہو چکے ہیں۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہؓ کو ساتھ لیکر واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ اس غزوہ کو جو در اصل غزوہ احد کا حصّہ ہے عام مورخین الگ غزوہ قرار دیکر غزوہ حُمراء الاسد کا نام دیتے ہیں ؛

## جنگ احد کے نتائج

مستقل نتائج کے لحاظ سے تو جنگ احد کو کوئی بڑی اہمیّت حاصل نہیں اور بدر کے مقابلہ میں یہ جنگ اس لحاظ سے کوئی ایسی حیثیت نہیں رکھتا مگر ہاں وقتی طور پر ضرور اس جنگ نے مسلمانوں کو کئی طرح سے نقصان پُہنچایا۔ اوّل ان کے ستّر آدمی اس جنگ میں شہید ہوئے جن میں سے بعض اکابر صحابہؓ میں سے تھے اور اس سے بہت زیادہ تعداد زخمیوں کی تھی۔ دوسرے مدینہ کے یہود اور منافقین دلیر ہو گئے بلکہ عبداللہ بن ابیّ اور اس کے ساتھیوں نے علانیہ تمسخر اُڑانا شروع کر دیا اور طعنہ دیا کہ ہماری رائے کے خلاف چلے تھے اس لئے یہ سزا ملی۔ اور یہ کہنا شروع کیا کہ مسلمان جنگ بدر کو اپنی صداقت پر ایک نشان قرار دیتے تھے اب کیوں نہ جنگ احد کو ان کے کذب پر ایک نشان سمجھا جاوے۔ اس دلیل کا بودہ پن تو ظاہر ہی ہے مگر خصم کا مُنہ کون بند کر سکتا تھا۔ منافقین اور یہودِ مدینہ کے علاوہ دیگر قبائل عرب نے بھی جو جنگ بدر کے بعد مرعوب ہو گئے تھے اب جرأت کے ساتھ سر اُٹھانا شروع کیا۔ تیسرے قریش بہت دلیر ہو گئے اور انہوں نے اپنے دل میں سمجھ لیا کہ ہم نے بدر کا پورا بدلہ اُتار

لیا ہے اور آئندہ کے واسطے بھی ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ مگر جو نقصان قریش کو جنگ بدر نے پہنچایا تھا اسے جنگ احد نہ پورا کر سکتا تھا اور نہ اس نے پورا کیا۔ جنگ بدر میں قریش کے تمام رؤساء جو مکہ کی جان تھے ایک ایک کر کے قتل ہو گئے تھے اور اس قوم کی صحیح معنوں میں جڑ کاٹ دی گئی تھی اور یہ سب کچھ ایک ایسی قوم کے مقابلہ میں ہوا تھا جو ظاہری سامان کے لحاظ سے انکے سامنے بالکل ذلیل و حقیر تھی۔ اس کے مقابلہ میں بے شک مسلمانوں کو جنگ احد میں نقصان پہنچا لیکن وہ اس نقصان کے مقابلہ میں بالکل ہیچ اور عارضی تھا جو جنگ بدر میں قریش کو پہنچا تھا۔ آنحضرت صلعم جو اسلامی سوسائٹی کے مرکزی نقطہ تھے اور جو قریش کی ان تمام مخالفتوں کا اصل نشانہ تھے خدا کے فضل سے زندہ موجود تھے اس کے علاوہ اکابر صحابہؓ سوائے ایک دو کے سب کے سب صحیح و سلامت رہے اور اگر مسلمانوں کو کچھ ہزیمت پہنچی تو وہ ایک ایسی فوج کے مقابل میں پہنچی جو ظاہری اسباب کے لحاظ سے ان سے کئی گُنے زیادہ اور کئی گُنے مضبوط تھی۔ اور یہ نقصان بھی مسلمانوں کو ایک لحاظ سے بہت مفید ہوا کیونکہ انہوں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ یہ نقصان رسول اللہ کی مخالفت کے نتیجہ میں پہنچا ہے۔ آپؐ نے مدینہ میں ٹھیرنے کی رائے دی اور انہوں نے باہر نکلکر لڑنے پر اصرار کیا۔ آپؐ نے ان کو ایک درہ پر متعین فرمایا اور تاکید کی کہ بہر حال یہ جگہ نہ چھوڑیں مگر وہ جگہ چھوڑ کر نیچے میدان میں اُتر آئے پس انہوں نے اس عملی مخالفت کی سزا پائی اور ان کے دل اس کو خوب محسوس کرتے تھے۔ گویا یہ ہزیمت بھی اگر ایک طرح موجب تکلیف تھی تو دوسرے لحاظ سے ایک اسلامی فتح تھی اور ہزیمت ہونے کے لحاظ سے بھی یہ ایک محض عارضی روک تھی جو مسلمانوں کے راستے میں آئی اور اس کے بعد مسلمان اس سیلاب کی طرح جو کسی جگہ رُک کر اور ٹھوکر کھا کر زیادہ تیز ہو جاتا ہے نہایت سرعت اور

زور کے ساتھ اپنے منزل مقصود کی طرف بڑھتے چلے گئے والعاقبۃ للمتقین ؎

قرآن شریف میں جنگ احد کا ذکر زیادہ تر سورۃ آل عمران میں آتا ہے جہاں اس جنگ کے بواعث و نتائج پر روشنی ڈالی گئی ہے اور آیندہ کے واسطے مسلمانوں کو بعض ہدایات دی گئی ہیں ؎

---

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

# ھوالناصر

---

# اِسلام بمقابلہ تہذیب

(نوشتہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)

ترکوں کے جنگ میں شامل ہونے اور پھر شکست کھانے پر تمام یورپ کی توجہ پھر ایک دفعہ مشرق قریب کی طرف گئی ہے اور ترکی حکومت کے بقا یا اس کی فنا کا مسئلہ پھر ایک دفعہ سنجیدگی سے یورپین مدبرین کے حلقہ میں زیر بحث آرہا ہے ترکی حکومت کے عیوب یا اس کی خوبیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے عام طور پر مسیحیت و اسلام یا اسلام و تہذیب کا مقابلہ کرکے بھی دکھایا جاتا ہے اور گویا ایک غیر متعلق

بحث ہے مگر اس بحث کے چھیڑنے والے اس میں اپنا فائدہ دیکھتے ہیں اور کسی نہ کسی طرح اس سوال کو ترکی کے مستقبل کے مسئلہ میں لے ہی آتے ہیں چنانچہ ابھی ولایت کے تازہ آنے والے اخبارات میں سے ڈیلی ٹیلیگراف جیسے موثر اخبار میں مسٹر پریول لنڈن جیسے شخصیت کے آدمی نے مسئلہ ترکی کے متعلق ایک سلسلۂ مضامین لکھا ہے۔ اور اس کے تیسرے آرٹیکل کا عنوان اسلام بمقابلہ تہذیب رکھا ہے ؛

ترکی حکومت کے مستقبل کے متعلق زیادہ واقف کار اور زیادہ فرصت رکھنے والے آدمی اپنی اپنی جماعت کی ترجمانی کر رہے ہیں اس لئے اس کے متعلق تو مجھے چنداں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں اسلام کے متعلق جو کچھ اس مضمون میں لکھا گیا ہے۔ اس پر روشنی ڈالنا میں ضروری سمجھتا ہوں تا ایسا نہ ہو کہ انگلستان کے لوگوں کی اسلام سے حد سے بڑھی ہوئی ناواقفیت اور بھی زیادہ ترقی کر جاوے ؛

مسٹر لنڈن نے اپنے مضمون میں اس بات پر خاص طور پر زور دیا ہے۔ کہ ترک جسے وہ غلط طور پر اسلام کا مترادف خیال کرتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ زمانہ کی رفتار کے ساتھ آگے قدم بڑھانے کی قابلیت نہیں رکھتے قسطنطنیہ پر بلا مدد غیر کے حکومت کرنے کے قابل نہیں ۔ اس کے بعد وہ ترکوں کے اس نقص کو اسلام کی طرف منسوب کر کے اس کی وجہ اسلام کے غیر متغیر اصول میں تلاش کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ "اس بات کی تشریح کہ اسلام کے مذہبی پہلو نے کئی سو سال تک آگے کی طرف قدم نہیں بڑھایا مثالوں کے ذریعہ بہت اچھی طرح ہو سکتی ہے" اور پھر دو مثالیں پیش کرتے ہیں اوّل تو یہ کہ مسٹر پیری لوٹی فرنچ ہمدرد ترکیہ کی آمد پر ان کی خوشی میں جو جلسہ ہوا اور جس میں خود ولیعہد سلطنت ترکی شامل تھے سلیمان نظیف بے نے ایک تقریر کی اور اس میں بیان کیا کہ سلطان محمد فاتح

قسطنطنیہ کا وہ نرم برتاؤ جو اس نے غیر مذاہب سے روا رکھا نہایت قابل افسوس ہے اس پر خود ولیعہد نے پکار کر کہا کہ "ایک آدمی اکیلا اس کام کو نہیں کر سکتا تھا۔ یہ اُس کی اولاد کا فرض ہے کہ اس کام کی تکمیل کرے"۔ اس واقعہ سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اسلام زمانہ کی رفتار کے ساتھ قدم نہیں بڑھا سکتا اور نہایت تنگ ظرفی کی تعلیم دیتا ہے۔

میرے نزدیک لائق نامہ نگار نے اس واقعہ کے پیش کرنے میں دو غلطیاں کی ہیں اوّل تو اصل واقعہ کا ایسا چھوٹا خلاصہ دیا ہے کہ انسان اس سے یقینی نتیجہ نہیں نکال سکتا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ سلیمان نظیف بے نے اپنی تقریر میں جس مذہبی رواداری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس سے مراد وہ خاص رعایات ہوں جو غیر مذاہب کے پیروؤں اور غیر ملکی لوگوں کو تمام یوروپین حکومتوں کے مقابلہ میں صرف ترکی حکومت میں حاصل ہیں اور جن کو انگریزی میں کیپچو لیشنز کہتے ہیں اور جن کو سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کی فتح کے بعد بازنطائن حکومت کی اتباع میں اپنے ملک میں جاری رہنے کا حکم دیا اور جس کی وجہ سے سلطنت ترکیہ میں تمام غیر ملکی آبادی علیحدہ علیحدہ ریاستوں کی حیثیت رکھتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اگر یہ ہمارا خیال درست ہو اور ہے بھی یہی قرین قیاس کیونکہ اس حالت خطرہ میں ولیعہد کی موجودگی میں خاص دار الخلافہ میں اس وقت جبکہ مذہبی ناروا داری کی بنا پر یورپ ترکی حکومت کے تجزیہ پر زور دے رہا ہے اس قسم کی تقریر کا امکان ہی نہیں ہو سکتا تو پھر ہم سوال کرتے ہیں کہ کیا یہ درست نہیں کہ ترکی حکومت کی بد انتظامی میں بہت سا دخل ان ہی خاص رعایات کو ہے جو غیر ملک کی رعایا اور غیر مذہب کے پیروؤں کو حاصل ہے اور اگر یہ درست نہیں اور اس قسم کی رعایات سے ملک کے نظم و نسق پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑتا تو کیا اسی قسم کی رعایات انگلستان فرانس

اٹلی اور ریاستہائے متحدہ کی حکومتیں اپنے اپنے علاقوں میں دوسرے ممالک کے باشندوں کو دینے کے لئے تیار ہیں اور کیا وجہ ہے کہ بلگیریا سرویا وغیرہ ترکی علاقوں کی آزادی پر ان کو یورپ نے اس قسم کی رعائتیں دینے کی قید سے آزاد کر دیا ہے۔ اور پھر کیوں جاپان نے ہوش سنبھالتے ہی برابر تیس سال کی کوشش کے بعد ۱۸۹۴ء میں جا کر ان رعایتوں کے دینے سے اپنا پیچھا چھڑایا اگر یہ رعایتیں ملکی امن کے راستہ میں مخل نہ تھیں تو مصر جو پہلے ترکی علاقہ تھا۔ جب انگریزی قبضہ میں آیا تو کیوں حکومت برطانیہ ہمیشہ دوسری حکومتوں سے مصر رہی کہ وہ اس علاقہ میں ان رعایتوں کے جاری رکھنے کا مطالبہ چھوڑ دیں۔ پس اگر کسی ترکی واعظ نے ان رعایتوں کو نظم ملکی کے لئے خطرناک سمجھکر انکے اُڑا دینے کی تحریک کی تو اس سے اس پر یا اس کے مذہب پر کیوں اعتراض وارد ہو گیا۔

دوسری غلطی اس واقعہ کے بیان میں لائق نامہ نگار سے یہ ہوئی ہے کہ انہوں نے اسلام اور بعض مدعیان اسلام میں فرق نہیں کیا اگر یہ تقریر اسلامی احکام کی بنا پر ہوتی تب اسلام پر اعتراض ہو سکتا تھا۔ مگر صرف ایک جماعت کے خیالات سے اسلام پر اعتراض کرنا درست نہیں ہو سکتا اسلام مذہبی جبر کو قطعاً ناپسند کرتا ہے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔ یعنی دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں اس لئے کہ ہدایت اور گمراہی دونو باتیں دلائل کے ذریعہ سے واضح ہو چکی ہیں۔ پس اسلام نہ صرف مذہبی ناروا داری کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ بلکہ دلیل کے ساتھ اسے رد کر دیتا ہے۔ جبکہ سچ اور جھوٹ دونو کے پرکھنے کے لئے معیار موجود ہیں تو پھر جبر کی کیا وجہ ہے۔ جبر تو اس امر کی علامت ہوتی ہے کہ جبر کرنے والے کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور ایسی بیسیوں آیات

ہیں۔ جن میں جبر سے کام لینا منع کیا گیا ہے۔ اور سب بنی نوع انسان سے خواہ وہ کسی عقیدہ کے ہوں۔ انصاف کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پس اگر بفرض محال سلیمان نظیف بے اور ولیعہد ترکیہ کا وہی مطلب ہو جو لائق نامہ نگار نے سمجھا ہے۔ تو اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا ہے کہ اسلام تہذیب عالم کے ساتھ قدم بہ قدم نہیں چل سکتا۔ اسلام نہ صرف یہ کہ اعلیٰ سے اعلیٰ تہذیب کے ساتھ قدم بہ قدم چل سکتا ہے۔ بلکہ اس نے سینکڑوں سال زمانہ کی رفتار سے پہلے اسقدر وسعت حوصلہ کی تعلیم دی ہے جسے اسوقت کے وسیع الحوصلہ لوگ بھی ابھی حد سے زیادہ آزادی خیال کرتے ہیں (غرباء اور امراء کے تعلقات اس کی زندہ مثال ہیں۔ یورپ باوجود آزادی کے ادعاء کے غرباء کے حقوق کی نگہداشت اس طرح نہیں کر سکتا جس طرح اسلام نے کی ہے) کیا ہر ایک مسیحی یا مسیحی جماعت کے خیالات قطع نظر اس کے کہ وہ مسیحیت کے کسقدر ہی خلاف کیوں نہ ہوں۔ مسیحی مذہب کی طرف منسوب کیئے جا سکتے ہیں۔ کیا ریاستہائے بلقان کے خطرناک مظالم جو وہ مسلمانوں پر کرتے چلے آئے ہیں۔ کوئی عقلمند انسان ان کو پیش کر کے مسیحی مذہب پر عیب چینی کر سکتا ہے۔ پھر یہ سلوک اسلام سے کیوں روا رکھا جاتا ہے ؏

دوسری مثال مسٹر لنڈن نے اپنے دعوٰی کے ثبوت میں یہ دی ہے۔ کہ چند سال ہوئے بطروس پاشا مصر کے ایک وزیر اعظم کے قتل پر جب اس کے قاتل وردانی کو سزائے قتل ہوئی تو شیخ الاسلام نے جس کی تصدیق اس فیصلہ پر ضروری تھی۔ اس وجہ سے تصدیق کرنے سے انکار کر دیا۔ کہ

(۱) جس ہتھیار کو استعمال کیا گیا ہے یعنی ریوالور۔ اس کا قرآن شریف یا احادیث میں کہیں ذکر نہیں۔

(۲) کافر کے قتل کی وجہ سے کوئی مومن قتل نہیں کیا جا سکتا۔

(۳) قصاص لینا مقتول کے وارثوں کا پرائیویٹ کام ہے۔ اور اس لئے ریاست کی کارروائی ناجائز ہے۔

یہ تینوں امور ساتویں صدی مسیحی کی تہذیب کا خاصہ ہے۔

معزز نامہ نگار نے یہ واقعہ کس جگہ سے نقل کیا ہے چونکہ وہ ہمیں معلوم نہیں اور نہ ہمیں خود اس واقعہ کا پوری طرح علم ہے کہ ہم خود اسپر کوئی جرح کرسکیں۔ کہ وہ کہاں تک درست ہے (کیونکہ ممکن ہے۔ کہ ان کو غلط طور پر یہ واقعہ پہنچا ہو۔ یا انہوں نے غلط سمجھا ہو) اس لئے ہم اس کی صحت کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ مگر ہم اس قدر کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ تینوں باتیں جو شیخ الاسلام کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ اسلام کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتیں ؀

مسٹر لنڈن فرماتے ہیں۔ کہ یہ تینوں امور ساتویں صدی کی تہذیب سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر میں ان کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ اسلام نے ساتویں صدی میں بھی ان کے خلاف تعلیم دی ہے۔ اور فقہ حنفیہ میں کہ جو سب سے زیادہ اشاعت یافتہ فقہ ہے۔ اور جو بالعموم اسلامی حکومتوں کا طریق عمل رہا ہے۔ اور ترکی حکومت اور اس کے صوبہ بھی اسی کے پیرو ہیں۔ صریح طور پر ان تینوں امور میں مفتی مصر کی طرف منسوب ہونے والے فتووں کے خلاف فتوے موجود ہیں۔ اور ہمیشہ سے ان پر عمل ہوتا چلا آیا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں قتل کے متعلق جو تعلیم دی گئی ہے وہ ان الفاظ میں ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی۔ یعنی اے مسلمانو تم پر ہر مقتول کے متعلق اس کا ویسا ہی بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے۔ اس آیت کے سوا قتل عمد کی دنیاوی سزا کا ذکر قرآن کریم میں کسی اور آیت میں نہیں ہے پس یہی آیت ہے جس پر اسلامی فقہ کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ اور اس میں مسلمان اور غیر مسلمان میں کوئی امتیاز نہیں کیا گیا

نہ اس میں یہ ذکر ہے۔ کہ کس کس آلہ سے قتل کرنیوالے کی سزا قتل ہے۔ خواہ کسی آلہ سے کوئی شخص قتل کرے اس کو قتل کیا جاویگا۔ باقی رہا یہ سوال کہ حکومت کا حق ہے۔ کہ نہیں کہ کسی مجرم کو پکڑے۔ اور اس کو سزا دلوائے۔ اس کے متعلق قرآن کریم میں یہ حکم ہے کہ فمن عفی لہ من اخیہ شیئ فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان یعنی اگر کسی مقتول کے وارث کسی مصلحت کے ماتحت اصلاح اور رحم کو مدّنظر رکھتے ہوئے کسی قاتل کو اس کے جُرم کا کچھ حصہ معاف کردیں۔ تو انکو اختیار ہے۔ اس حکم سے یہ نہیں نکلتا کہ حکومت کو قاتل کے گرفتار کرنے کا اختیار نہیں۔ بلکہ اس جگہ صرف یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اگر مقتول کے وارث احسان کے طور پر قاتل کو عفو کردیں۔ تو حکومت کو ان کی بات کا احترام کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اس حق معافی کے سوا رشتہ داروں کا کوئی تعلق قاتل کے ساتھ نہیں۔ گرفتار کرنا یا اس پر مقدمہ چلانا یہ حکومت ہی کا کام ہے اور انہی کے ذمہ ہے؛

اب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں اور تشریحات سے اور صحابہؓ کے طریق عمل سے ثابت کرتا ہوں کہ ان آیات کا اسوقت بھی یہی مطلب سمجھا گیا تھا جو میں نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ امام ابو جعفر طحاوی اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں لکھتے ہیں کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی برجل من المسلمین قد قتل معاھدا من اھل الذمۃ فَاَمَرَ بہ فضُرِبَ عنقہ وقال انا اولٰی من وفی بذمتہ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مسلمان لایا گیا جس نے ایک کافر کو جو اسلامی حکومت کی رعایا تھا قتل کردیا تھا۔ آپ نے اس کے قتل کیئے جانیکا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ میں عہد پورا کرنیوالوں میں سے سب سے زیادہ عہد کی نگہداشت رکھنے والا ہوں؛

یہ تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اور عمل ہے۔ اب ہم صحابہؓ کا طریق عمل دیکھتے ہیں۔ طبری کی جلد پانچ میں روایت ہے۔ کہ قمازبان ابن ہرمزان اپنے والد (ہرمزان ایک ایرانی رئیس اور مجوسی المذہب تھا اور حضرت عمرؓ خلیفۂ ثانی کے قتل کی سازش میں شریک ہونیکا شبہ اس پر کیا گیا تھا۔ اس پر بلا تحقیق جوش میں آکر عبید اللہ بن عمرؓ نے اس کو قتل کر دیا) کے قتل کا واقعہ اس طرح بیان کرتا ہے کانت العجم بالمدینۃ یستروح بعضھا الیٰ بعض فمر فیروز بابی ومعہ خنجر لہ رأسان فتناولہ منہ وقال ما تصنع بھٰذا فی ھٰذہ البلاد فقال ابسّ بہ فرآہ رجلٌ فلما اُصیب عمر قال رأیت ھٰذا مع الھرمزان دفعہ الیٰ فیروز فاقبل عبید اللّٰہ فقتلہ فلما ولی عثمان دعانی فامکننی منہ ثم قال یا بنیّ ھٰذا قاتل ابیک وانت اولیٰ بہ منا فاذھب فاقتلہ فخرجت بہ وما فی الارض احد الا معی الا انھم یطلبون الیّ فیہ فقلت لھم ألی قتلہ قالوا نعم وسبوا عبید اللہ فقلت افلکم أن تمنعوہ قالوا لا وسبوہ فترکتہ للہ ولھم فاحتملونی فواللہ ما بلغت المنزل الا علیٰ رؤس الرجال واکفّھم۔ یعنی ایرانی لوگ مدینہ میں ایک دوسرے سے ملتے رہتے تھے (جیسا کہ قاعدہ ہے کہ دوسرے ملک میں جاکر وطنیّت نمایاں ہو جاتی ہے) ایک دن فیروز (قاتل عمرؓ خلیفۂ ثانی) میرے باپ سے ملا۔ اور اس کے پاس ایک خنجر تھا جو دونو طرف سے تیز کیا ہوا تھا۔ میرے باپ نے اس خنجر کو پکڑا۔ اور اس سے دریافت کیا کہ اس ملک میں تو اس خنجر سے کیا کام لیتا ہے۔ (یعنی یہ ملک تو امن کا ملک ہے اس میں ایسے ہتھیاروں کی کیا ضرورت ہے) اس نے کہا کہ میں اس سے اونٹ ہنکانے کا کام لیتا ہوں۔ جب یہ دونو باتیں کر رہے تھے

کسی نے انکو دیکھ لیا اور جب حضرت عمرؓ مارے گئے تو اس نے بیان کیا کہ میں نے یہ خنجر ہرمزان کو فیروز کو پکڑاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس پر عبیداللہ (حضرت عمرؓ کے چھوٹے بیٹے) نے جاکر میرے باپ کو قتل کر دیا۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا۔ اور عبیداللہ کو پکڑ کر میرے حوالہ کر دیا اور کہا کہ اے میرے بیٹے یہ تیرے باپ کا قاتل ہے۔ اور تو ہماری نسبت اس پر زیادہ حق رکھتا ہے۔ پس جاؤ اور اس کو قتل کر دے۔ میں نے اس کو پکڑ لیا۔ اور شہر سے باہر نکلا۔ راستہ میں جو شخص ملتا۔ میرے ساتھ ہو جاتا۔ لیکن کوئی شخص مقابلہ نہ کرتا تھا۔ صرف مجھ سے درخواست کرتے تھے۔ کہ میں اس کو چھوڑ دوں۔ پس میں نے سب مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا میرا حق ہے۔ کہ میں اسے قتل کروں۔ سب نے جواب دیا۔ کہ ہاں تمہارا حق ہے۔ کہ اسے قتل کر دو اور عبیداللہ کو برا بھلا کہنے لگے۔ کہ اس نے ایسا برا کام کیا ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں کا حق ہے۔ کہ تم اس کو چھڑا لو۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اور پھر عبیداللہ کو برا بھلا کہا۔ کہ اس نے بلا ثبوت اس کے باپ کو قتل کر دیا اس پر میں نے خدا تعالیٰ کی اور ان لوگوں کی خاطر اسکو چھوڑ دیا اور مسلمانوں نے خوشی سے مجھے اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ اور خدا تعالیٰ کی قسم کہ میں اپنے گھر تک لوگوں کے سروں اور کندھوں پر پہنچا۔ انہوں نے مجھے زمین پر قدم نہیں رکھنے دیا۔

اس حدیث سے ثابت ہے۔ کہ صحابہؓ کا طریق عمل بھی یہی رہا ہے۔ کہ وہ غیر مسلم کے مسلم قاتل کو سزائے قتل دیتے تھے۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خواہ کسی ہتھیار سے کوئی شخص مارا جاوے وہ مارا جاویگا۔ کیونکہ دو پھل والے خنجر کا قرآن کریم میں کہیں ذکر نہیں۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ قاتل کو گرفتار کرنیوالی اور اس کو سزا دلانیوالی حکومت ہی ہے

کیونکہ اس روایت سے ظاہر ہے کہ عبید اللہ بن عمر کو گرفتار بھی حضرت عثمانؓ نے کیا ہے اور اس کو قتل کے لئے ہرمزان کے بیٹے کے سپرد بھی انہوں نے ہی کیا ہے نہ ہرمزان کے کسی وارث نے ان پر مقدمہ چلایا نہ اس نے گرفتار کیا۔ پس مسٹر پریبول لنڈن کا یہ بیان کہ اسلام ساتویں صدی کی تہذیب پیش کرتا ہے اور زمانہ کے ساتھ قدم نہیں بڑھاتا۔ درست نہیں اسلام صرف یہ کہ ساتویں صدی کی تہذیب دنیا کے سامنے پیش نہیں کرتا۔ بلکہ ساتویں صدی میں بیسویں صدی کی تعلیم پیش کرتا ہے۔ اور اس کو زمانہ کے ساتھ قدم بڑھانیکی ضرورت نہیں۔ خود زمانہ اپنے آپکو بدل کر اسلام کی تعلیم کے مطابق آرہا ہے٭

مَیں اس جگہ دو اور شبہات کا بھی ازالہ کر دیتا ہوں۔ اوّل یہ کہ قاتل کو سزا کے لئے آیا مقتول کے وارثوں کے سپرد کرنا چاہیئے۔ جیساکہ حضرت عثمانؓ نے کیا۔ یا خود حکومت کو سزا دینی چاہیئے۔ یہ معاملہ ایک جزوی معاملہ ہے۔ اس لئے اس کو اسلام نے ہر ایک زمانہ کی ضروریات کے مطابق عمل کرنے کے لئے چھوڑ دیا ہے ہر ایک قوم اپنے تمدن اور حالات کے مطابق جس طریق کو زیادہ مفید دیکھے اختیار کر سکتی ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ دونو طریق خاص خاص حالات میں مفید ہوتے ہیں٭

دوسرا شبہ یہ ہے۔ کہ جیساکہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اور جیساکہ احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ اسلام نے مقتول کے وارثوں کو عفو کا اختیار دیا ہے۔ اور کہا جاسکتا ہے۔ کہ اس میں بعض دفعہ سخت نقصان پیدا ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ کسی شخص کو اس کے وارث ہی قتل کروا دیں۔ اور پھر قاتل کو معاف کر دیں۔ یہ شبہ ایک معقول شبہ ہے۔ مگر اسلام نے اس قسم کے نقصوں کا بھی ازالہ کر دیا ہے۔ اور گو ایک

طرف دو مخالف خاندانوں میں صلح کرانے کے لئے عفو کی بھی اجازت دی ہے۔ مگر دوسری طرف ایسی خفیہ کارروائیوں کی بھی روک تھام کر دی ہے۔ یعنی عفو کے ساتھ اصلاح کی شرط لگا دی ہے۔ عفو اسی وقت جائز ہوتا ہے۔ جب اس کے نتیجہ میں اصلاح کی امید ہو اگر عفو باعث فساد ہو تو ایسا عفو جائز نہیں۔ اور حکومت باوجود وارثوں کے عفو کر دینے کے اپنے طور پر سزا دے سکتی ہے۔ اور حضرت علیؓ کے زمانہ کا ایک واقعہ جو طبری نے لکھا ہے۔ بتاتا ہے کہ ابتدائے اسلام سے اس احتیاط پر عمل ہوتا چلا آیا ہے۔ وہ واقعہ اس طرح ہے۔ عدل بن عثمان بیان کرتے ہیں۔ کہ رأیت علیا عم خارجا من همدان فرأی فئتین تقتلان فَفَرَّقَ بینهما ثم مضیٰ فسمع صوتا یا غوثا بالله فخرج یحض نحوه حتّٰی سمعت خفق نعله وهو یقول اتاك الغوث فاذا رجلٌ یلازم رجلا فقال یا امیر المؤمنین بعت من هذا ثوبا بتسعةِ دراهم وشَرَطتُ علیه ان لا یعطینی مغموزا ولا مقطوعا وکان شرطهم یومئذ فأتیته بهذه الدراهم لیبدلها لی فأبیٰ فلزمته فلطمنی فقال ابدِلْه فقال بیّنتك علی اللطمة فاتاه بالبینة فاقعده ثم قال دونك فأقصِّ فقال انی قد عفوت یا امیر المؤمنین قال اِنّما اردت ان احتاطه فی حقِّك ثُمَّ ضرب الرَّجُلَ تسع درّات وقال هٰذا حقُّ السلطان۔ یعنی مَیں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ ہمدان سے باہر مقیم تھے۔ کہ اس اثناء میں آپ نے دو گروہوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھا اور ان میں صلح کروا دی۔ پھر چلے تو آواز آئی کہ کوئی خدا کے لئے مدد کو دوڑو پس آپ تیزی سے اس آواز کی طرف دوڑے۔ حتّٰی کہ آپ کے جوتوں کی آواز آرہی تھی۔ اور آپ کہتے چلے جاتے تھے۔ کہ مدد آگئی مدد آگئی جب

آپ اسجگہ کے قریب پہنچے - تو دیکھا - کہ ایک آدمی دوسرے سے لپٹا ہوا ہے
جب اس نے آپ کو دیکھا تو عرض کیا - کہ اے امیر المومنین میں نے
اس شخص کے پاس ایک کپڑا نو درہم کو بیچا تھا - اور شرط یہ تھی - کہ کوئی
روپیہ مشکوک یا کٹا ہوا نہ ہو - اور اس نے اس کو منظور کر لیا تھا - مگر
آج جو میں اس کو بعض ناقص روپیہ دینے کے لئے لایا - تو اس نے بدلانے
سے انکار کر دیا - جب میں پیچھے پڑا - تو اس نے مجھے تھپڑ مارا آپ نے
مشتری سے کہا کہ اس کو روپیہ بدل دے - پھر دوسرے شخص سے کہا
کہ تھپڑ مارنے کا ثبوت پیش کر - جب اس نے ثبوت دیدیا - تو آپ نے
مارنے والے کو بٹھا دیا - اور اسے کہا - کہ اس سے بدلہ لے - اس نے کہا
یا امیر المومنین میں نے اس کو معاف کر دیا - آپ نے فرمایا - تُو نے تو اسکو معاف
کر دیا - مگر میں چاہتا ہوں - کہ تیرے حق میں احتیاط سے کام لوں (معلوم
ہوتا ہے وہ شخص سادہ تھا - اور اپنے نفع نقصان کو نہیں سمجھ سکتا تھا)
اور پھر اس شخص کو سات کوڑے مارے - اور فرمایا - کہ اس شخص نے تو
تجھے معاف کر دیا - مگر یہ سزا حکومت کی طرف سے ہے ؎

غرض کہ اسلام نے مظلوم کو یا بصورت مقتول اس کے ولیوں کو
مجرم کا جرم معاف کر دینے کی اجازت دی ہے - مگر ساتھ ہی حکومت کو
بھی اختیار دیا ہے - کہ اگر وہ یہ معلوم کرے کہ مظلوم کم فہم ہے یا یہ کہ ظالم
کو معاف کرنے سے اس کی دلیری اور شوخی بڑھتی ہے یا یہ کہ مقتول کے
ولی اپنے نفع نقصان کو یا پبلک کے نفع نقصان کو سمجھنے کی اہلیت نہیں
رکھتے یا کہ خود شریک جرم ہیں - تو اس صورت میں باوجود ان کے معاف
کر دینے کے خود مجرم کو سزا دے اور اس سے بہتر اور کونسی تجویز دنیا
میں امن اور صلح کے قیام کی ہو سکتی ہے - اگر ایک طرف مجرموں کو معاف

کردینے سے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔ تو دوسری طرف بارہا ایسا دیکھا جاتا ہے۔ کہ ایک شخص جرم تو کر بیٹھتا ہے۔ مگر بعد میں وہ خود بھی سخت پشیمان ہوتا ہے۔ اور اس کے رشتہ داروں کی بھی ایسی نازک حالت ہوتی ہے کہ رحم کا مقتضا ہوتا ہے۔ کہ اسے چھوڑ دیا جاوے۔ اور خود جن لوگوں کے خلاف وہ جرم ہوتا ہے۔ وہ بھی یا ان کے دلی بھی چاہتے ہیں۔ کہ اس سے درگذر کریں۔ ایسی صورت میں دونو کے تقاضا کے پورا کرنے کے لئے موجودہ تمدن نے کونسا علاج رکھا ہے؟ کیا صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب نہیں جس نے تیرہ سو (۱۳۰۰) سال پہلے سے ساتویں صدی کے تاریک تمدن میں ایسے تمدن کی بنیاد رکھی۔ جس کی نظیر بیسویں صدی کا دانا مدبّر بھی نہیں پیش کر سکتا ؂

میں امید کرتا ہوں۔ کہ مسٹر پرسیول لنڈن اور ان کے ہم خیال اس تحریر کو پڑھ کر اسلام کے متعلق اپنے خیالات کو بدل کر اپنے غیر متعصب اور حق پسند ہونے کا ثبوت دینگے۔ اور اسلام کا اس سے زیادہ غور سے مطالعہ کرینگے۔ جس قدر کہ وہ اس وقت تک کر رہے ہیں۔ تب انکو معلوم ہوگا۔ کہ اسلام اپنے ثبوت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور یہ کہ بجائے تہذیب کے مٹانے کے یا اس کے خلاف چلنے کے وہ صحیح تہذیب کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ اور ایسی اعلیٰ زندگی انسان کے سامنے پیش کرتا ہے جس کو قبول کر کے انسان سب دکھوں سے نجات پا جاتا ہے۔ اور اسی دنیا میں جنتی زندگی بسر کرنے لگتا ہے ؂

Digitized by Khilafat Library

# گوشوارہ آمد و اخراجات صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۱۹ء

| آمد: چندہ مدرسہ | فیس مدرسہ | عید فنڈ | [illegible] | صنعتی | [illegible] | چندہ بورڈنگ | [illegible] | میزان | بقایا سابقہ | کل میزان | اخراجات: عملہ سکول | دیگر اخراجات | عملہ صنعتی | [illegible] | [illegible] | الاؤنس | عملہ کتب خانہ | متفرق صنعتی | میزان | باقی | امانت بیرونی: بقایا سابقہ | مستقل چندہ: بقایا | قرضہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |

| مدرسہ احمدیہ — آمد: چندہ مدرسہ | فیس بورڈنگ | عید فنڈ | چندہ [illegible] | متفرق | میزان | بقایا سابقہ | اخراجات: عملہ مدرسہ | دیگر اخراجات | عملہ بورڈنگ | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | میزان | [illegible] | فاضل | پراویڈنٹ فنڈ: بقایا | [illegible] | [illegible] | میزان | امانت اندرونی |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |

| اشاعت اسلام — آمد: چندہ اعانت | ریویو انگریزی | ریویو اردو | [illegible] | مطبع | متفرق | میزان | بقایا سابقہ | میزان | اخراجات: متفرق | لائبریری | عملہ | ریویو اردو | میزان | بقایا | نور گورداں احمدیہ — آمد: [illegible] | متفرق | میزان | بقایا سابقہ | [illegible] | اخراجات: متفرق | [illegible] | میزان | بقایا |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |

| صیغہ صدقات — آمد: مساکین | یتامیٰ | زکوٰۃ | قرضہ | قربانی کھال | فطرانہ | میزان | بقایا سابقہ | میزان | اخراجات: خورد و نوش | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | میزان | بقایا | صیغہ تعمیر — آمد: چندہ تعمیر | میزان | اخراجات: [illegible] | مستقل اخراجات: عملہ | فاضل |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |

## بقایا صیغہ جات یکم دسمبر ۱۹۱۹ء

| | | | |
|---|---|---|---|
| تعلیم | ۱۰ | ۱۵ | ۶۵۵۳ |
| اشاعت اسلام | ۱۱ | ۹ | ۵۸۹۰ |
| بورڈران ہائی | ۳ | ۶ | ۱۵۸۵ |
| صدقات وظائف | ۹ | ۹ | ۵۰۵۸ |
| مقبرہ | ۹ | ۲ | ۲۱۱۶۹ |
| بورڈران احمدیہ | ۶ | ۱ | ۴۳۳ |
| پرائیویٹ فنڈ | ۰ | ۰ | ۳۴۹۴ |
| مستقل فنڈ | ۶ | ۲ | ۳۹۰۲ |
| امانت بیرونی | ۰ | ۰ | ۹۵ |
| " اندرونی | ۱ | ۷ | ۶۲۳۵ |
| میزان | ۷ | ۷ | ۵۳۹۰۷ |
| منہائی فاضل | ۳ | ۷ | ۴۳۳۹۴ |
| | ۴ | ۰ | ۱۰۵۱۳ |
| منہائی پیشگی | ۹ | ۱۰ | ۹۸۰۰ |
| نزد امین | ۷ | ۵ | ۷۱۲ |

## فاضل صیغہ جات یکم دسمبر ۱۹۱۹ء

| | | | |
|---|---|---|---|
| مدرسہ احمدیہ | ۲ | ۷ | ۳۹۲۰ |
| متفرقات | ۱ | ۳ | ۷۶۸۸ |
| لنگرخانہ | - | ۴ | ۲۵۹۷۱ |
| تعمیر | . | ۹ | ۵۸۱۴ |
| میزان | ۳ | ۷ | ۴۳۳۹۴ |

ناظر
محمد اشرف

محاسب
عبد المغنی

# ریویوز

ہمارے پاس مندرجہ ذیل کُتب و رسالہ جات بغرض ریویو پہنچے۔ افسوس ہے ان ایام میں خاص طور عدیم الفرصت ہونیکی وجہ سے ہم انکا اچھی طرح مطالعہ نہیں کر سکتے۔ صرف سرسری نظر کے نتیجہ میں جو رائے ہم نے قائم کی ہے وہ درج ذیل ہے:۔

**معین المبلغین حصّہ اوّل**۔ یہ کتاب ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی ثم قادیانی نے تصنیف کرکے چھپوائی ہے۔ اس کتاب کا پہلا اڈیشن بہت مختصر تھا لیکن اب پوری نظر ثانی اور کئی ضروری اضافوں اور مناسب اصلاح کے بعد ماسٹر صاحب نے اسکو دوبارہ چھپوایا ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ پسندیدہ ہیں حجم ۱۳۶ صفحے سائز خورد۔ قیمت آٹھ آنہ ہے۔ ہماری خیال میں یہ کتاب بہت مفید ہو سکتی ہے اور ہر ایک احمدی مبلغ کو اپنے پاس رکھنی چاہیئے :-

**رسول مقبول**۔ ماسٹر احمد حسین صاحب موصوف کی تازہ تصنیف ہے۔ یہ ایک خورد سائز کا ۴۸ صفحے کا ٹریکٹ ہے جو ماسٹر صاحب نے مسلمان بچوں کے واسطے لکھا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کا رسول مقبول ہونا ظاہر اور ثابت کیا ہے قیمت ۲/

**خصوصیات اسلام**۔ یہ رسالہ جناب میر محمد اسحٰق صاحب کی تصنیف ہے جو میاں محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان نے رفاہ عام کی غرض سے چھپوا کر شائع کیا ہے۔ میر صاحب کا نام اسکے مضامین کی خوبی کیواسطے کافی گارنٹی ہے۔ احباب منگوا کر فائدہ اٹھائیں۔ سائز خورد۔ لکھائی چھپائی درمیانی حجم ۴۸ صفحے قیمت ۲/

**رفیق حیات**۔ رفیق حیات کے نام سے ہمارے ناظرین پہلے سے واقف ہونگے۔ یہ ایک ماہوار طبّی رسالہ تھا جو حکیم عطا محمد صاحب نے قادیان سے جاری کیا تھا اب اسے مولوی محفوظ الحق صاحب علمی نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے مولوی صاحب موصوف نے اسمیں بجائے طبّی مضامین کے ادبی اور تاریخی مضامین کا سلسلہ بھی شروع کرنیکا ارادہ کیا ہے۔ پہلے دو نمبر نکل چکے ہیں جو واقعی بہت دلچسپ ہیں۔ ہر نمبر میں کچھ اشعار بھی ہوتے ہیں احباب اسکی خریداری قبول کرکے مولوی صاحب کی ہمت افزائی فرما دیں ۱۸×۲۲ سائز ہے چندہ سالانہ عہ ہے جو ہر طرح واجبی ہے :-

**احمدی و غیر احمدی**۔ چھوٹے سائز کا رسالہ ہے جسے ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب بی اے نومسلم نے تصنیف کیا ہے۔ ماسٹر صاحب کا نام اور طرز تحریر انکی متعدد تصنیفات کے ذریعہ معروف ہو چکا ہے۔ یہ رسالہ عقائد غیر مبائعین کی تردید میں ہے۔ ماسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ بعض دوستوں نے بہت پسند کیا ہے۔ احباب منگوا کر فائدہ اٹھائیں۔ سائز خورد حجم ۲۴ صفحے۔ لکھائی چھپائی درمیانی قیمت فی نسخہ ۲/

## لال شربت    لال شربت    لال شربت

یہ بچوں اور پرسوتی کیلئے نہایت طاقت بخش دوا ہے قیمت فی شیشی ۱۲؍ محصولڈاک ۶؍
دیکھئے محترمہ ش۔م۔صاحبہ بنت مجاہد حسین صاحب ضلعدار نہر اخبار تہذیب نسواں
مورخہ ۱۲۔جولائی ۱۹۱۳ء میں کیا لکھتی ہیں۔ پیاری بہن عباذی بیگم صاحبہ تسلیم۔کل کے پرچہ اخبار
تہذیب سے آپکا استفسار معلوم ہوا۔گو اشتہاری دنیا میں قدم رکھنے اور اشتہاری ادویات کے استعمال
کرنے سے میں بھی سخت متنفر تھی اور میں ہمیشہ سے انکو نقصان مال اور صحت کا زوال بر علی الله نام
زندگی کا فور خیال کیا کرتی تھی۔مگر اس سال شربت نے واقعی لال رنگ کرکے لال و لال کر دیا میری
آپ بیتی سناتی ہوں۔جو تازہ اور حال کا مشاہدہ ہے۔برخورداری نجم النساء بیگم جسکی عمر اب
پونے دو سال کی ہے عرصہ تین ماہ سے نصیب اعداء ایسی لاغر ہوگئی کہ کوئی اسکے دشمنوں کو اثر خاش
اوپر والیوں کا سایہ اور کوئی سوکھا بیر بتانے لگیں پرانے خیالات کی بزرگوار والدہ نے گنڈہ تعویذ جھاڑ پھونک
میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا بعض ضعیف الاعتقاد بہنیں اس معصوم بچی کے سایہ کی حاضری کرانے
لگیں۔میں چونکہ بھوت پریت کی قائل گنڈے تعویذ کی معتقد نہ کبھی ہوئی اور نہ ہوں آخر کار
ڈاکٹر ایس کے برمن صاحب کا لال شربت مایوسی میں استعمال کرایا جسکے فوری اثر نے دن بدن
برقی اثر کا نمایاں کرشمہ دکھایا بہ افضال الٰہی اب عزیزہ اپنی پوری طاقت اور اصلی حالت پر تین
ہفتے ہی کے استعمال سے پہنچ گئی گویا ایس کے برمن صاحب کا شربت بھوت سایہ پرچھاواں
کے دور کرنے لئے مجرب تعویذ اور سوکھے بیر کے لئے سریع التاثیر نسخہ ہے میں نے
قصد مصمم کر لیا ہے کہ متواتر بارہ سال تک بلا ناغہ شربت استعمال کراؤنگی اس لئے
اپنی مکرم بہن کے پریشانیوں کے دور کرنے کے لئے ترغیب دیتی ہوں کہ وہ بھی
برخورداری عطیہ بانو بیگم کو کم از کم دو شیشیاں ضرور پلائیں اور قدرت الٰہی مشاہدہ
کرائیں اور نتیجے سے اطلاع بخشیں۔ راقمہ ش۔م۔بنت مجاہد حسین ضلعدار نہر

## ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ


Digitized by Khilafat Library

(مطبع میگزین قادیان میں باہتمام شیخ محمد نصیب ... پرنٹر و پبلشر ... طبع ہوا)